بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ضمیمہ جات متعلق پارۂ سی ام

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۴۳

تفسیر قمی میں اصحاب اُخدود کا قصہ یوں لکھا ہے کہ ذونواس جو شاہانِ حمیر میں آخری بادشاہ تھا۔ اُس نے حبشیوں کو اہلِ یمن سے لڑنے پر اُبھارا تھا۔ اُس نے یہودی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ سارے حمیری اُس کے ساتھ یہودی ہو گئے اور اُس نے اپنا نام یوسف رکھا۔ ایک زمانہ تک وہ سلطنت کرتا رہا۔ پھر اُسے خبر پہنچی کہ نجران میں بہت سے آدمی دینِ نصرانی پر ابھی تک باقی ہیں۔ دینِ عیسوی اُن کا مسلک ہے۔ انجیل پر اُن کا عمل ہے۔ سردار اُن کا عبداللہ ابن ریاس ہے۔ پس یوسف کو اُس کے ہم مذہبوں نے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ نصارئے نجران کے پاس جائے۔ اور اُن کو دینِ یہود پر لائے۔ پس یوسف نجران میں آیا اور وہاں کے نصرانیوں کو جمع کر کے دینِ یہود اُن کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اِس مذہب کو اختیار کرو۔ اُن لوگوں نے انکار کر دیا۔ پھر یوسف نے اُن سے مجادلہ کیا اور اُن کو یہودی بنانے کی پوری کوشش کر گزرا مگر وہ انکار ہی کرتے رہے۔ دینِ یہود اُن لوگوں نے اختیار نہ کیا۔ قتل ہونا اُن کو گوارا ہوا۔ یوسف نے ایک گڑھا کھدوایا۔ اور ایندھن اُس میں بھروا کے آگ لگا دی۔ پس بعضوں کو آگ میں جلا دیا اور بعض کو تلوار سے قتل کیا اور بعضوں کے جوڑ جوڑ بند بند جدا کر دیئے۔ اِن سب مقتولین و محروقین کی تعداد بیس ہزار تک پہنچ گئی۔ اُن میں کا ایک شخص جس کا نام دُوس ذو ثعلبان تھا گھوڑے پر سوار ہوا اور اُس کو ایڑ لگا کے چلدیا۔ ہر چند ذونواس کے سپاہیوں نے اُس کا تعاقب کیا مگر نہ پایا۔ ریگستان کی وجہ سے تھک کے رہ گئے۔ پھر ذونواس اپنے لشکر کو اپنے دارالسلطنت کی طرف واپس لایا۔ خداوندِ عالم نے (اپنے رسولؐ کو اس واقعہ سے اطلاع دی اور) فرمایا قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ الخ

ضمیمہ نوٹ نمبر ۶ متعلق صفحہ ۹۵۲

تفسیر مجمع البیان میں ابنِ عباسؓ سے بھی یہی روایت مروی ہے مگر اتنا فرق ہے کہ ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ جس شخص کا وہ درخت تھا۔ اُس درخت کی شاخیں ایک مرد فقیر عیالدار کے گھر میں تھیں جب اُس کا مالک آتا تو گھر میں جا کے خرمے توڑنے کے لئے درخت پر چڑھتا تھا۔ کبھی کبھی

اُس فقیر کے گھر میں بھی ٹوٹ کے جا پڑتے تھے۔ اُس فقیر کے بچے اُٹھا لیتے تھے۔ پس خرمہ کا مالک درخت سے اُترتا تھا اور اُن بچوں کے ہاتھوں میں سے خرمے چھین لیتا تھا۔ اور اگر کوئی بچہ اپنے مُنہ میں رکھ لیتا تھا تو یہ اُنگلی ڈال کے نکال لیتا تھا۔ (مرد) فقیر نے جنابِ رسولؐ خدا سے اُس کی شکایت کی۔ اِس کے بعد مضمونِ حدیث وہی ہے (جو حاشیہ پر تحریر ہوا) پھر ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ ابوالدحداح نے چالیس درختوں کے عوض میں وہ درخت اُس شخص سے خرید لیا اور جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسولؐ اللہ! وہ درخت میں نے مول لے لیا۔ وہ میرا ہو گیا۔ میں اُسے حضور کی نذر کرتا ہوں۔ آنحضرتؐ مکان والے کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ یہ درخت میں نے تجھ کو اور تیرے عیال کو دیا۔ پس خداوند عالم نے سورۂ واللیل نازل فرمائی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۹۵۳

تفسیر مجمع البیان میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو احکام آپ کو خدائے تعالےٰ نے عطا فرمائے ہیں اور جن جن باتوں کے ذریعہ سے خدائے تعالےٰ نے آپ کو فضیلت دی ہے۔ اور جو چیزیں اُس نے آپ کو عنایت کی ہیں اور جو کچھ آپ پر احسان کیا ہے اور جو جو ہدایتیں فرمائی ہیں اُن سب کا ذکر کرتے رہیئے۔

المحاسن میں ہے کہ جنابِ امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا کہ خدائے تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کو اس بات کا حکم دیا کہ دین کے متعلق جو نعمتیں خدا نے عطا فرمائی ہیں اُن کا ذکر کرتے رہیں۔

کافی میں ہے کہ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا (اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ) خدا کے دین کا اور اُس کے عطیوں کا اور نعمتوں کا ذکر کیجیے۔

نیز وہی جناب فرماتے ہیں کہ جس بندہ کو خدائے تعالےٰ نے کوئی نعمت عطا فرمائے اور اُس کا اثر اُس پر ظاہر ہو تو وہ حبیب اللہ کہلائے گا۔ اور نعمتِ خدا کا ذکر کرنے والا اور جب اللہ اپنے کسی بندہ کو کوئی نعمت عطا فرمائے اور اُس کا کوئی اثر اُس پر ظاہر نہ ہو تو وہ بغیض اللہ کہلائیگا یعنی نعمت خدا کا جُھٹلانے والا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۹۵۴

جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ کی تفسیر میں منقول ہے کہ خدائے تعالےٰ نے اپنے رسولؐ کو نماز و زکوٰۃ کا حکم دیا۔ پھر فرمایا کہ جب تم حج سے فارغ ہو جاؤ تو علیؑ بن ابی طالب کو اپنا وصی مقرر کر دو۔

انہی جناب سے بروایت ابو جمیلہ مروی ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حج میں تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی فَاِذَا فَرَغْتَ مِنْ حَجَّتِكَ فَانْصَبْ عَلِيًّا لِلنَّاسِ یعنی جب تم حج سے فارغ ہو جاؤ تو آدمیوں کی ہدایت کے لئے علیؑ بن ابی طالب کو اپنا خلیفہ مقرر کرو۔

قولِ مترجم۔ مِنْ حَجَّتِكَ اور عَلِيًّا لِلنَّاسِ تفسیری الفاظ ہیں۔

انہی حضرت سے بروایت ابو حاتم رازی اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ خدا تعالے نے حکم بھیجا کہ اسے ہمارے رسولؐ! جب تم شریعت کو کامل کر چکو تو علیؑ بن ابی طالب کو اپنی اُمت کا امام بنا دو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۹۵۶

تفسیر مجمع البیان میں حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا گیا جس نے راہِ خدا میں ایک ہزار مہینے اپنے کندھے پر تلوار اُٹھائی تھی۔ جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت تعجب کیا۔ اور یہ آرزو بھی کی کہ میری اُمت میں بھی ایسا کوئی ہوتا اور یہ عرض بھی کی کہ خداوندا! میری اُمت کو تو نے عمریں بھی کم دی ہیں اور اعمال بھی اُن کے تھوڑے ہی ہیں۔ پس خدائے تعالے نے آنحضرت کو شبِ قدر عطا فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ شبِ قدر اُن ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جن میں اس اسرائیلی نے راہِ خدا میں ہتھیار اُٹھائے تھے اور یہ مخصوص آپ کے لئے ہے اور سال بسال آپ کے بعد آپ کی اُمت کے لئے قیامت تک ہر ماہِ مبارکِ رمضان میں ہوتی رہیگی۔

کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے خدائے تعالے کے اس قول اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (دیکھو صفحہ ۹۱۰ سطر ۲) کا مطلب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ہاں یہی شبِ قدر ہے۔ اور یہ ہر برس ماہِ مبارکِ رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔ اور قرآن مجید شبِ قدر ہی میں نازل ہوا ہے۔

نیز منقول ہے کہ کسی نے انہی حضرت سے دریافت کیا تھا کہ شبِ قدر کس شب کو ہوتی ہے؟ تو فرمایا اُسے اکیسویں۲۱ شب میں تلاش کرو یا تیئیسویں۲۳ میں۔ اور ایک روایت کے بموجب یہ فرمایا کہ انیسویں۱۹۔ اکیسویں۲۱۔ تیئیسویں۲۳۔ کسی نے عرض کی کہ اگر آدمی کو تکان عارض ہو جائے۔ یا بیمار ہو تو ان شبوں میں سے سب سے زیادہ بھروسہ کس پر ہے؟ فرمایا تیئیسویں پر۔ اور جناب امام محمد باقرؑ یا جناب امام جعفر صادق علیہما السّلام سے یہ بھی روایت ہے کہ اُس کی علامت یہ ہے کہ ہوا خوشبودار ہو جاتی ہے اور موسم اگر سردی کا ہے تو وہ رات گرم ہو جاتی ہے اور اگر گرمی کا ہے تو سرد ہو جاتی ہے۔

کافی میں جنابِ امام علی نقی علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جس حال میں میرے والد ماجد کعبہ کا طواف فرما رہے تھے ایک شخص نقاب پوش آیا اور حضرتؑ کے قریب ہو کر آپ کو پورے سات چکر نہ کرنے دیئے اور آپ کو ایک مکان میں لے گیا جو کوہِ صفا کے پہلو میں ہے مجھے بھی وہیں بلا لیا اور یہ کہا کہ ابنِ رسولؐ اللہ کا آنا مبارک ہو۔ پھر اپنا ہاتھ میرے سر پہ رکھا اور یہ کہا کہ اے وہ شخص! جو بعد اپنے آباؤ اجداد کے امینِ خدا ہے۔ خدا آپ کی نسل میں برکت دے۔ اے ابو جعفر جی چاہے تم مجھے خبر دو۔ اور اگر چاہو تو میں تمہیں خبر دوں۔ اگر جی چاہے آپ مجھ سے کچھ سوال کریں اور اگر منظور ہو میں آپ سے کچھ سوال کروں۔ جی چاہے آپ میری تصدیق کیجئے اور منظور ہو تو میں آپ کی تصدیق کروں؟ حضرتؑ نے فرمایا مجھے یہ سب باتیں منظور ہیں۔ اُس شخص نے کہا تو ایسا نہو کہ میرے سوالات کے وقت آپ کی زبان سے کچھ اور نکلے اور دل میں میری نسبت کچھ اور ہو؟ فرمایا ایسا تو وہ شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں دو علم ہوں (اور) اُن میں سے ایک دوسرے کا مخالف ہو اور خدائے تعالےٰ نے اُس کو روا ہی نہیں رکھا کہ اُس کے علم میں اختلاف ہو۔ اُس شخص نے کہا کہ میرا سوال یہی ہے کہ جس کے ایک جزو کی تفصیل آپ خود ہی فرما گئے۔ مجھے اُسی علم کی خبر دیجئے کہ جس میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا کہ اُس کا جاننے والا کون ہے؟ فرمایا سارا علم تو خدائے عزوجل کے پاس ہے مگر اُتنا حصہ جس کی چارو ناچار بندوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ اوصیاء کے پاس ہے۔ یہ سُنکر اُس شخص نے اپنی نقاب اُلٹ دی۔ سیدھا ہو بیٹھا چہرہ اُس کا بشاش ہو گیا۔ اُس نے یہ کہا کہ یہی میری غرض ہے اور میں اسی لئے آیا ہوں۔ آپ کا یہ گمان ہے کہ اُس علم کا ایک حصہ جس میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہوتا اوصیاء کے پاس ہے تو وہ اوصیاء کو حاصل کس طرح ہوتا ہے؟ فرمایا اُسی طرح جس طرح جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوتا تھا۔ فرق اتنا ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتوں کو دیکھتے تھے کہ وہ نبی تھے اور اوصیاء فقط آواز سُنتے ہیں اس واسطے کہ یہ مُحدَّث ہیں۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جس وقت خدائے تعالےٰ کی جانب توجہ کرتے تھے تو وحی سُن لیتے تھے اور یہ وحی نہیں سُنتے۔ ان کو الہام ہو جاتا ہے۔ اُس شخص نے کہا یا ابن رسولؐ اللہ! آپ نے سچ فرمایا۔ مگر ایک سوال میرا اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ بھلا مجھے یہ تو بتایئے کہ یہ علم اوصیاء سے اُسی طرح کیوں نہیں عام طور پر ظاہر ہوتا جیسا کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظاہر ہوتا تھا۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد یہ سُنکر متبسّم ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کو یہ منظور نہیں ہے کہ سوائے اُن لوگوں کے جن کا امتحان ایمان کے ذریعے سے کر چکا ہے کسی اَور کو اُس کی اطلاع ہو۔ جیسا کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ طے فرما دیا تھا کہ اپنی

قوم کی ایذا دہی پر صبر کیئے چلے جائیں اور جب تک حکم نہ ملے اُن سے جہاد نہ کریں۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم چھپاتے رہے تا آنکہ یہ فرمایا فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ (دیکھو صفحہ ۴۲۵ سطر) اور قسم بخدا اگر آنحضرت اس سے پہلے بھی ظاہر کرتے تو مامون رہتے۔ لیکن اُنہوں نے اطاعت کو مدِنظر رکھا اور خلاف کرنے سے خائف رہے۔ اسی وجہ سے زبان کو روکا۔ اُسی طرح میں بھی چاہتا ہوں کہ تم اس اُمت کے مہدی کے منتظر رہو۔ جس کی نصرت آسمان و زمین کے کل فرشتے آلِ داؤد کی تلواروں کے ساتھ کرینگے۔ جو کافر مر گئے ہوں گے اُن کی رُوحوں کو عذاب دیں گے اور جو زندہ ہوں گے اُن کے جسموں سے رُوحیں نکال کر مردہ کافروں کی رُوحوں سے اُن کو ملا دیں گے۔ یہ سُنکر اُس شخص نے ایک تلوار نکالی اور کہا کہ آیا یہ بھی اُنہی میں سے ہے؟ حضرت فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے ارشاد فرمایا کہ اُسی کی قسم جس نے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تمام آدمیوں پر فضیلت دی ہے۔ بیشک یہ اُنہی تلواروں میں سے ہے۔ اُس شخص نے پھر نقاب اپنی اوڑھ لی اور کہا کہ میں الیاسؑ ہوں میں نے آپ سے آپ کے معاملہ میں جو کچھ دریافت کیا وہ ازروئے جہالت نہیں دریافت کیا بلکہ میں نے یہ چاہا کہ اس حدیث سے آپ کے اصحاب کو قوت پہنچے۔ اور اب میں ایک آیت بتلاتا ہوں کہ آپ تو اُسے جانتے ہی ہیں مگر اگر آپ کے شیعہ اُس کے ذریعہ سے مخاصمہ کریں تو غالب آئینگے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد نے فرمایا کہ آپ کی مرضی ہو تو میں ہی وہ بتلا دوں؟ اُنہوں نے کہا بہتر۔ پھر میرے والد ماجد نے فرمایا کہ اگر ہمارے شیعہ ہمارے مخالفین سے یہ دریافت کریں کہ خدائے تعالیٰ اپنے رسولؐ سے فرماتا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ تو آیا علم میں سے کچھ ایسی باتیں بھی تھیں جن کو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اُس رات تک نہیں جانتے تھے یا کچھ ایسی بھی تھیں جن کو جبرئیلؑ اُس رات کے سوائے بھی لائے تھے؟ تو وہ یہی کہیں گے کہ نہیں! اُس وقت اُن سے یہ کہو کہ آیا کوئی ایسا علم ہے جس کا اُس رات کو ظاہر کرنا ضروری تھا؟ اس پر کہینگے نہیں! تب اُن سے یہ کہو کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے علم خدا سے جو کچھ بھی ظاہر کیا ہے اُس میں کچھ اختلاف ہے؟ اگر وہ کہیں نہیں ہے تو تم یہ کہو کہ جس نے خدا کا ایسا حکم پہنچایا جس میں اختلاف ہے ضرور جنابِ رسولِ خدا کا مخالف ہے۔ اُنہیں کہنا پڑے گا کہ ہاں ہے۔ اور اگر وہ نہیں کہدیں تو اُن کی پہلی بات کے برخلاف پڑے گا۔ تم اُن سے یہ کہو وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ (دیکھو صفحہ سطر) پھر اگر وہ کہیں کہ علم میں مضبوط کون ہیں؟ تو تم کہہ دو کہ جن کے علم میں اختلاف نہیں ہوتا پھر بھی اگر دریافت کریں کہ آخر بتاؤ تو وہ کون ہیں؟ تو تم کہو کہ پہلے تو اُن میں سے جنابِ رسولِ خدا

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آیا اُنہوں نے پہنچا دیا یا نہیں؟ اگر وہ کہیں کہ پہنچا دیا تو پھر دریافت کرو کہ آیا جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال بھی ہوگیا یا نہیں؟ اور جو خلیفہ آنحضرت کے بعد ہے آیا اُس کو ایسا علم ہے جس میں اختلاف نہ ہو؟ اگر وہ کہیں نہیں ہے تو تم یہ کہو کہ جنابِ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ تو مؤید من اللہ ہے اور جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی اَور کو خلیفہ کریں گے نہیں سوائے اُس کے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ کے بموجب تو فیصلہ کرے اور سوائے نبوّت کے اور سب باتوں میں آنحضرت کے مانند ہو۔ اَور اگر جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے علم کے بارے میں کسی کو خلیفہ نہیں کیا تو اُمّت کے جتنے لوگ بعد میں پیدا ہونے والے تھے، سب کو ضائع کردیا۔ اور اگر تم سے وہ یہ کہیں کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم تو قرآن سے تھا۔ تو تم یہ کہو کہ قرآن مجید میں یہ بھی موجود ہے۔ حٰمٓ۔ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۹۱۷ سطر ۳) پھر اگر تم سے وہ یہ کہیں کہ اللہ تو نبی کے سوا کسی کے پاس بھیجا ہی نہیں کرتا تو تم جواب میں یہ کہو کہ یہ امرِ محکم جو الگ کیا جاتا ہے یہ تو فرشتوں کی اور رُوح کی طرف سے ہوتا ہے (اور فرشتوں کا اور رُوح کا اُترنا ثابت ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ) تو آیا یہ فرشتے اور رُوح کسی ایک آسمان سے دُوسرے آسمان کی طرف اُتر کر آتے ہیں؟ اگر وہ یہ کہیں کہ آسمان سے آسمان کی طرف آتے ہیں تو تم یہ کہو کہ کسی آسمان میں تو کوئی اَیسا ہے ہی نہیں جو خدا کی اطاعت چھوڑ کر نافرمانی کرے۔ اور اگر وہ یہ کہیں کہ آسمان سے زمین کی طرف آتے ہیں اور زمین ہی کے رہنے والے تمام مخلوق سے زیادہ اس کے محتاج ہیں تو تم یہ کہو کہ اُن کو کسی سیّد و سردار کی ضرورت ہے جس کے پاس وہ اپنے جھگڑے قضیے فیصلہ کے لئے لے جائیں۔ اگر وہ یہ کہیں کہ خلیفہ جو بھی ہو وہ اُن کا حاکم ہے تو تم یہ کہو کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ط اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۶۶ سطر ۸) اس سے یہ معلوم ہوا کہ آسمانوں میں اور زمین میں کوئی ولی خدا کا اَیسا نہیں ہے جس کی تائید خود خدائے تعالےٰ نہ فرماتا ہو۔ اور جس کی تائید خدائے تعالےٰ فرمائیگا اُس سے کوئی خطا نہ ہو گی۔ اور زمین میں کوئی دشمن خدا کا اَیسا نہیں ہے جو خدا کی نصرت سے محروم نہ ہو۔ اَور جو

نصرتِ خدا سے محروم ہے اُس سے کسی صواب کی بات کی اُمید نہیں ہوسکتی۔اب جیسا کہ یہ ضرور ہے کہ ہر امر آسمان سے اُترے گا جس کے مطابق زمین کے رہنے والے عملدرآمد کریں اسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ کوئی صاحب امر ہو جس کے پاس وہ امر اُترے۔اگر وہ کہیں کہ ہم تو ایسے کسی کو نہیں جانتے؟ تو تم یہ کہو کہ اب جو تمہارا جی چاہے کہو۔خدائے تعالےٰ نے تو اس کو روا نہیں رکھا کہ بعد جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کے اپنے بندوں کو بلا حجتِ خدا اور بلا والیِ امر کے چھوڑ دے۔حضرت فرماتے ہیں کہ اتنا ارشاد فرماکر میرے والدِ ماجد خاموش ہو گئے۔اس پر حضرت الیاسؑ نے کہا یا بن رسولؐ اللہ! یہاں ایک اٹکاؤ ہے۔بھلا وہ اگر یہ کہیں کہ اللہ کی حجت قرآنِ مجید ہے؟ فرمایا اس صورت میں میں اُنہیں یہ جواب دونگا کہ قرآن تو بولنے والا نہیں ہے۔کہ وہ کسی خاص چیز کا حکم دیتا ہو اور کسی بات سے منع کرتا ہو بلکہ قرآن کے کچھ اہل ہیں جو حکم بھی دیتے ہیں اور منع بھی کرتے ہیں۔نیز یہ کہوں گا کہ زمین کے رہنے والوں میں سے کسی کسی پر کوئی مصیبت ایسی آپڑتی ہے جو اُس سال کے لئے مخصوص ہوتی ہے اور ایسا حکم بھی اُن کو ملتا ہے جس میں اختلاف ہوتا ہے۔ ان باتوں کا کوئی ذکر قرآنِ مجید میں نہیں ہے اور اللہ تعالےٰ کو یہ منظور نہیں ہے کہ اُس کے علم میں جو آزمائشیں ہیں وہ زمین میں عام طور پر ظاہر ہو جائیں اور اُس کے حکم میں اُن کا رد کرنے والا بھی کوئی نہیں اور نہ اہلِ زمین کی مصیبت کو دفع کرنے والی کوئی چیز ہے۔تو اب کیا کہینگے؟ حضرت الیاسؑ نے کہا یابن رسولؐ اللہ! یہاں تو آکر بند ہو جائینگے۔میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ خدائے عزّ وجلّ خوب جانتا ہے کہ مخلوق پر زمین میں کون کونسی مصیبتیں پڑنے والی ہیں اور دین کے بارے میں یا اور طرح خود اُن کی ذات پر کیا کیا مصیبتیں آنے والی ہیں۔ قرآنِ مجید کو تو صرف ایک راہبر بنا دیا ہے۔پھر حضرت الیاسؑ نے کہا یابن رسولؐ اللہ! اگر کوئی کہے کہ قرآنِ مجید راہبر کس کا ہے؟ فرمایا ہاں اُس کا جواب یہ ہے کہ اُس میں احکام اجمال کے ساتھ ہیں اور اُن کی تفسیر و تفصیل حاکم کے پاس ہے۔اور خدائے تعالےٰ کو یہ کسی طرح منظور نہیں کہ اُس کے بندہ پر کوئی مصیبت اُس کے دین کے بارے میں واقع ہو یا اُس کی ذات کے بارے میں یا اُس کے مال کے بارے میں۔اور زمین خدا پر کوئی حاکم اُس کی طرف سے مقرر نہ ہو جو اُس مصیبت میں صحیح فیصلہ دینے والا یا اُس کا سمجھا دینے والا ہو۔امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ یہ سُنکر حضرت الیاسؑ نے فرمایا کہ اس بات میں بھی آپ نے ایسی حجت سے بند کیا کہ آپ کے دشمن کو خدا پر افترا کرنے کا اقرار کرنا پڑے اور یہ کہنا پڑے کہ اللہ کی کوئی حجت ہی نہیں۔اب مجھے اِن دو آیتوں کی تفسیر اور بتا دیجئے۔ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ

(دیکھو صفحہ ۶۲ سطر آخر) فرمایا یہ تو حضرت علی مرتضےٰ علیہ السّلام کے ساتھ مخصوص ہے (مطلب یہ ہے کہ اُن کو حکم ہے کہ تمہارے ہاتھ سے جو چیز نکل آتے اُس کا افسوس مت کرو)۔ (اور دوسری آیت) وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا اٰتٰىكُمْ (دیکھو صفحہ ۸۶۳ سطر ۱) فرمایا یہ ابوبکر اور اُس کے اصحاب کے بارے میں ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جو کچھ تم کو دیا ہے اُس میں بعد جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمہاری ایک یہ آزمائش بھی ہے جو یہ سننے کی حضرت الیاس نے یہ سُن کر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپ ہی ایسا حکم دے سکتے ہیں جس میں کوئی اختلاف نہ ہو امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ اٹھ کر تشریف لے گئے اور پھر میں نے اُنہیں نہ دیکھا۔

نیز حضرت ابوجعفر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اے گروہ شیعہ! سورہ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ کے ساتھ مباحثہ کرو تو تم ہمیشہ اپنے دشمنوں پر غالب آ ؤ گے۔ کیونکہ قسم بخدا بعد جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام مخلوقِ خدا پر یہ حجّتِ خدا ہے اور یہ تمہارے دین کی سردار ہے اور یہ ہمارے علم کی انتہا ہے۔ اے گروہ شیعہ! تم حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ (دیکھو صفحہ ۷۹۱ سطر ۳) کے ذریعے سے مباحثہ کرو اس لئے کہ وہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صاحبانِ امر کے ساتھ مخصوص ہے۔ اے گروہ شیعہ! خدائے تعالےٰ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (دیکھو صفحہ ۸۹۹ سطر ۱) کسی نے عرض کی کہ یا ابوجعفرؑ کیا اس اُمّت کے ڈرانے والے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تھے؟ فرمایا ہاں! تو سچ کہتا ہے مگر کیا بعثت سے پہلے آنحضرتؐ اطرافِ عالم میں ڈرانے والے تھے؟ سائل نے عرض کی نہیں! حضرت ابوجعفر علیہ السّلام نے فرمایا کہ تیری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ جیسا جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدائے تعالےٰ نے نذیر بنا کر مبعوث کیا کوئی اور نذیر مبعوث نہ کیا ہوگا؟ عرض کی کیوں نہیں! مبعوث کیوں نہ کیا ہوگا؟ فرمایا یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جب جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس نے اُٹھا لیا تو کوئی اور ڈرانے والا نہ بھیجا ہوگا؟ اگر تو کہے نہیں تو گویا جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمّت کے اُن سب لوگوں کو ضائع کر دیا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت باپ کے صُلب میں تھے یا ماں کے پیٹ اور گود میں۔ کسی نے عرض کی کیا قرآن مجید اُن کو کافی نہیں؟ فرمایا کافی ہے اگر اُس کے مفسّر کو پالیں۔ تب عرض کی کیا جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کی تفسیر نہیں کی؟ فرمایا پوری تو ایک شخص کے لئے کی اور باقی سب اُمّت کے

لئے اُس کی ضرورت کے موافق تفسیر کی اور وہ شخص خاص علی بن ابی طالب علیہ السّلام ہے۔ سائل نے عرض کی کہ یا ابوجعفرؑ! کیا یہ امر ایسا خاص ہے کہ عام لوگ اُس کے حامل نہیں ہو سکتے؟ فرمایا ضرور امرار خدا خاص ہیں۔ دیکھو ہے! خدا کو یہ تو کبھی بھی منظور نہیں تھا کہ باطل خداؤں کی پرستش کی جائے۔ مگر جب وقت تک دین کے ظاہر کرنے کا وقت معیّن نہ آگیا اُن کی پوجا ہوتی ہی رہی۔ اسی طرح جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم امرِ اسلام کو حضرت خدیجۃ الکبرا سلام اللہ علیہا اور علی مرتضےٰ علیہ السّلام پر ظاہر کرکے اَوروں سے چھپاتے ہی رہے۔ جب تک کہ اعلان عام کرنے کا حکم نہ آگیا۔ سائل نے عرض کی تو دین کے حاکم کے لئے یہ چھپانا لازم ہوگا؟ فرمایا کیا علیؑ ابن ابی طالب علیہ السّلام نے اُس دن سے جس دن سے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ اسلام لائے اُس وقت تک نہیں چھپایا جب تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے امر کو ظاہر کیا؟ عرض کی ضرور ایسا ہوا۔ فرمایا بس اسی طرح ہم کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ اُس وقت تک چھپائیں جب تک کہ قدرت کا لکھا وقت پورا ہو۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۶ متعلق صفحہ ۹۵۶

کافی میں جناب امام محمد باقر ابوجعفر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ خدائے تعالےٰ نے خلقت دنیا کے وقت سب سے پہلے شب قدر کو پیدا کیا۔ اور اُسی میں اوّل نبی اور اوّل وصی کو پیدا کیا اور یہ بات طے فرما دی کہ یہ رات ہر برس میں ایک دفعہ ہوا کرے اور اس میں اُن امور کی تفصیل و تفسیر اُترا کرے جو آئندہ سال تک ہونے والے ہیں۔ پس جو شخص اس کا منکر ہے وہ خدائے تعالےٰ کے علم کا رد کرنے والا ہے۔ اس لئے کہ جتنے انبیاء اور رسول اور محدّث ہیں اُن پر وہی چیز حجّت ہوتی ہے جو اُس رات میں اُن کو اُس حجّت کے ساتھ پہنچی ہے جو جبرئیلؑ لے کر آتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی کیا محدّثوں کے پاس بھی جبرئیلؑ یا اور فرشتے آتے ہیں؟ فرمایا انبیاؑ و رسلؑ کے بارے میں تو کچھ شک ہی نہیں اور اُس دن سے لے کر جس دن سے زمین پیدا کی گئی آخر فنائے دنیا تک یہ بھی ضرور ہے کہ کچھ لوگ ایسے رہیں جن کے پاس اس رات میں تفصیلِ امور نازل ہوتی رہے اور وہ حجّتِ خدا ہوں۔ خدا کی قسم جب تک آدمؑ زندہ رہے ہر شب قدر میں رُوح فرشتہ اور اَور فرشتے اُن کے پاس امرِ خدا لاتے رہے اور واللہ آدمؑ نے اُس وقت تک انتقال نہیں کیا جب تک کہ اپنا وصی مقرر نہ کرلیا۔ اور ہر نبی جو آدمؑ کے بعد ہوا اُس کو بھی اِس شب میں برابر امر پہنچتا رہا اور وہ اپنے بعد اپنا وصی مقرر کرتا رہا۔ اور خدا کی قسم آدمؑ سے

ے کہ جناب محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تک ہر نبی کو جو احکام اُس رات میں ملے ہیں اُن میں یہ حکم بھی ملتا تھا کہ اپنا وصی آیندہ فلاں شخص کو کر دینا اور جناب محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد تو جو اولی الامر ہونے والے تھے اُن کے لئے تو اپنی کتاب میں خاص کر یہ فرمایا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ (دیکھو صفحہ ۵۶۹ سطر ۳) گویا یہ فرماتا ہے کہ میں بعد تمہارے نبیؐ کے تم کو اپنے علم کے لئے اپنے دین کے لئے اور اپنی عبادت کے لئے خلیفہ مقرر کرونگا جیسے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے بعد خلیفہ میرے حکم سے مقرر کئے تھے اور اسی طرح اور نبی کرتے آئے۔ پھر فرماتا ہے يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا (دیکھو صفحہ ۵۶۹ سطر ۹) مطلب اس کا یہ ہے کہ وہ لوگ اس بات پر ایمان لائیں گے کہ جناب محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ ایمان لا کے میری عبادت کریں گے۔ پس جو لوگ اس کے خلاف عقیدہ رکھیں گے وہی نافرمان ہیں۔ خداوند عالم نے والیانِ امر کے علم کو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد پائندار بنا دیا۔ وہ صاحبانِ امر ہم ہیں۔ جو تمہارا جی چاہے ہم سے دریافت کرلو۔ اگر ہم تم کو ٹھیک ٹھیک بتلائیں تو پڑھو۔ مگر تم ایسا کرنے والے نہیں ہو۔ اب رہا ہمارا علم وہ تو ظاہر ہے۔ اور رہا ہمارا وقت کہ جس وقت دین کے علوم ہم سے ظاہر ہوں گے کہ آدمیوں کے مابین کوئی اختلاف ہی نہ رہے تو بہت سے دن اور رات گزرنے کے بعد اُس کا وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آئے گا ظاہر ہو جائیگا اور معاملہ ایک ہی ہوگا۔ معاملہ تو طے کر دیا گیا ہے کہ مؤمنین میں اختلاف ہی نہ ہو۔ اور اسی لئے اُن لوگوں پر گواہ مقرر کر دیا ہے تاکہ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تو ہمارے اعمال و افعال کی اور ہمارے شیعوں کے اعمال و افعال کی گواہی دیں اور ہمارے شیعہ تمام لوگوں کے اعمال و افعال کی گواہی دیں اور اللہ کو اِس کے سوا اور کچھ منظور ہی نہیں کہ اُس کے حکم میں کوئی اختلاف نہ ہو اور جو اُس کے علم کے اہل ہیں اُن کے مابین کوئی تناقض نہ ہو۔ پھر جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اُس مومن کی فضیلت جو پوری سورہ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ اور اُس کی تفسیر پر ایمان رکھتا ہو اُس مومن پر جس کا ایمان ویسا نہ ہو ایسی ہے جیسے انسان کی فضیلت بہائم پر۔ اور خدا تعالےٰ اُن لوگوں کے ذریعے سے جو اس سورت پر ایمان رکھتے ہیں اُن سے جو دنیا میں اس کے منکر ہیں بہت کچھ عذاب دفع کرتا رہتا ہے تاکہ اُن کا آخرت کا عذاب پورا ہو اور یہ ہوتا اُنہی کے لئے ہے جن کی بابت اُسے اِس کا بھی علم ہو کہ اُن کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ جیسا کہ جہاد کرنے

والوں کے ذریعے سے گھروں میں بیٹھے رہنے والوں کی بھی بلا دفع ہوتی رہتی ہے اور میں نہیں جانتا کہ اِس زمانہ میں سوائے حج اور عمرہ کے اور پڑوسی کا حق ادا کرنے کے اور بھی کوئی جہاد ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کی کہ یا بن رسولؐ اللہ آپ مجھ سے خفا نہوں؟ آپ نے فرمایا یہ کیوں؟ اُس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے کچھ سوال کروں۔ فرمایا بیان کر۔ اُس نے کہا کہ آپ خفا تو نہونگے؟ فرمایا اچھا میں خفا نہیں ہوں گا۔ اُس نے عرض کی آپ ہی نے شب قدر کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ فرشتے اور رُوح اِس میں اُتر کر اوصیاء کے پاس ہر امر لیکر آتے ہیں۔ تو کیا جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم وہ علم نہیں رکھتے تھے۔ حالانکہ یہ آپ کو معلوم ہے کہ جب جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انتقال فرمایا تو کوئی علم بھی ایسا نہ تھا جس کے جناب امیر المؤمنین علی علیہ السّلام امین نہ بنادئے گئے ہوں؟ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے شخص! تجھے مجھ سے کیا غرض ہے اور تجھے یہاں لایا کون ہے؟ اُس نے کہا کہ یہاں تو مجھے قضا و قدرِ الٰہی نے پہنچایا ہے اور میں یہاں طلب دین کے لئے آیا ہوں۔ فرمایا تو اچھا اب جو کہتا ہوں اُسے سمجھ لے۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم جب شب معراج میں گئے تو اُن کے لَوٹنے سے پہلے پہلے خدائے تعالےٰ نے اُن کو گزشتہ واقعات کا بھی علم دے دیا اور آیندہ کا بھی۔ مگر اس علم کا بہت سا حصہ اجمالی تھا جس کی تفصیل و تفسیر شبہائے قدر میں آیا کرتی ہے۔ یہی حالت جنابِ علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کی بھی تھی کہ اُن حضرت کا بہت سا علم اجمالی تھا اور معاملات کی تفسیر شبہائے قدر میں اُن حضرت کو بھی اُسی طرح پہنچتی تھی جس طرح کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو۔ سائل نے پوچھا کہ اجمال کی تفسیر ساتھ ہی ساتھ نہیں تھی؟ فرمایا۔ ہاں نہیں تھی۔ بلکہ وہ شب ہائے قدر میں امرِ خدا سے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اوصیاء کو پہنچا کرتی تھی کہ فلاں معاملہ میں یوں کرنا اور یوں کرنا۔ اُس معاملہ کو تو وہ حضرات جانتے ہوتے تھے لیکن یہ حکم (اُس شب کو) دیا جاتا تھا کہ اُس میں عمل کیونکر (کیونکر) کریں۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی کہ اِسے میرے لئے اور واضح کر دیجئے؟ فرمایا کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُس وقت تک انتقال نہیں فرمایا جب تک کہ تمام علم اور اُس کی تفسیر اُن حضرت کے پاس محفوظ نہیں ہوگئی! میں نے کہا تو پھر وہ شب ہائے قدر میں جو آتا ہے وہ کِس چیز کا علم ہوتا ہے۔ فرمایا وہ حکم ہوتا ہے اور جو چیز وہ جانتے ہوتے تھے اُس میں حکم داخل نہیں ہوتا تھا۔ سائل نے عرض کی اچھا تو اب شب ہائے قدر میں جو باتیں اُن سے کی جاتی ہیں تو جو کچھ وہ پہلے سے جانتے ہیں اُن کا علم اُس کے ماسوا ہوتا ہے؟ فرمایا یہ وہ ہوتا ہے جس کے

چھپانے کا اُنہیں حکم دیا گیا ہے (یہ ہمیں کیونکر بتایا جائے) اور تو جو کچھ دریافت کرتا ہے اُس کی اصلی غرض سوائے خدائے تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ سائل نے کہا کہ اچھا اوصیاء وہ کچھ جانتے ہیں جو کچھ انبیاء نہیں جانتے؟ فرمایا نہیں! وصی کے پاس اُس کے سوا جس کی اُسے وصیت کی گئی اور علم ہو کیونکر سکتا ہے؟ سائل نے عرض کی تو آیا ہمیں اس کا موقعہ ہے کہ ہم یہ کہیں کہ اوصیا میں سے ایک وہ کچھ جانتا تھا جس کا دوسرے کو علم نہ تھا؟ فرمایا نہیں! کوئی نبی نہیں مرا مگر یہ کہ اُس کا علم اُس کے وصی کے سینے میں آ گیا اور فرشتے اور رُوح فرشتہ شب قدر کو وہ حکم لیکر آتا ہے جس کے ذریعے سے وہ بندوں کے مابین احکام جاری کریں۔ سائل نے کہا تو اچھا کم از کم اُس حکم کا تو اُن کو علم نہیں ہوتا؟ فرمایا اُس حکم کا بھی علم ہوتا تھا لیکن وہ متفرق طور سے اُس حکم کا اجراء نہیں کرتے تھے جب تک کہ شب ہائے قدر میں اس کا حکم نہ آجاتا کہ آئندہ سنہ میں وہ اس اس طرح عمل کریں۔ آخر سائل نے عرض کی کہ یا ابن رسول اللہ! اب مجھے انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو اس کا انکار کرے وہ ہمارے شیعوں میں سے خارج ہے۔ سائل نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! آیا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شب ہائے قدر میں کوئی ایسی چیز پہنچتی ہو جس کا اُن کے پاس علم نہ ہو؟ فرمایا ایسی بات کا پوچھنا تیرے لئے جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ گزشتہ اور آئندہ واقعات کے علم کی بابت تو یہ طے ہو ہی چکا کہ کوئی نبی اور وصی اُس وقت تک انتقال نہیں کرتا جب تک کہ اُس کے آئندہ وصی کو اس کا علم نہ ہو جائے۔ اب یہ بات جو تو دریافت کرنا چاہتا ہے تو اس کے متعلق خدائے تعالےٰ کو منظور ہی نہیں ہے کہ اوصیاء اس کا علم سوائے اوصیاء کے کسی اور کو پہنچائیں۔ تو اب سائل نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! اچھا تو یہ میں کیسے پہچانوں کہ شب قدر ہر برس ہوتی ہے؟ فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آئے تو تو ہر شب سورہ دخان کو سو دفعہ پڑھا کر۔ جب تیئیسویں (۲۳) شب آئے گی تو جو کچھ تو پوچھ رہا ہے۔ اُس کی تصدیق تجھے خود ہو جائے گی۔ راوی کا بیان ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ گمراہ کرنے والوں کے پاس شقاوت و بدبختی کے لئے شیاطین اور ارواح خبیثہ کی ٹولیاں کی ٹولیاں خدائے تعالےٰ بھیجتا ہے جو تعداد میں اُن فرشتوں سے بھی زیادہ ہوتی ہیں جن کو خلیفۂ خدا کے پاس اجر و ثواب کے واسطے بھیجتا ہے۔ اس پر کسی نے عرض کی کہ اے ابو جعفرؑ! فرشتوں سے تعداد میں وہ زیادہ کیونکر ہو سکتے ہیں؟ فرمایا اُسی طرح ہو سکتے ہیں جس طرح اللہ کو منظور ہو۔ تو سائل نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! اگر میں یہ حدیث اپنے شیعہ دوستوں سے بیان کرونگا تو وہ اس کا انکار کرینگے۔ فرمایا وہ اس کا کیونکر انکار کرینگے؟ عرض کی اس بنا پر

کہ لوگ اِس بات کے قائل ہیں کہ فرشتے شیاطین سے تعداد میں کہیں زیادہ ہیں۔ فرمایا یہ تو تو سچ کہتا ہے مگر جو کچھ میں تجھ سے کہتا ہوں اُسے بھی تو خوب سمجھ لے۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا اور کوئی رات ایسی نہیں گزرتی کہ سارے (گمراہ) جن اور سب شیاطین ائمۂ ضلالت کے پاس نہ جاتے ہوں اور ائمۂ ہدیٰ کے پاس اُتنے ہی فرشتے آتے ہیں۔ یہانتک کہ جب شبِ قدر آتی ہے تو صاحب الامر کے پاس تو اُس رات میں فرشتے جنہیں خدائے تعالےٰ نے مقرر فرمادیا ہے آتے ہیں اور اُنہی کے ہم عدد شیاطین وغیرہ حاکمِ ضلالت کے پاس جاتے ہیں اور طرح طرح کا جھوٹ اور طوفان اُس کے پاس پہنچاتے ہیں۔ یہاں تک کہ صبح کو جب آدمی اُٹھتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے یوں دیکھا اور یوں دیکھا۔ اور اگر اُس کی بابت صاحبُ الامر سے دریافت کرتا تو وہ یہ فرماتے کہ تو نے شیطان کو دیکھا اور اُس نے تجھے یہ اور یہ خبردی۔ یہانتک کہ وہ اُس کی پوری تفسیر بھی کردیتے۔ اور اُس ضلالت کا علم بھی دے دیتے جس کے اُوپر وہ قائم ہے۔ اور خدا کی قسم جو شخص شبِ قدر کی تصدیق کرتا ہے وہ یہ بھی ضرور جانتا ہے کہ وہ خاص ہمارے ہی لئے ہوتی ہے جیساکہ جنابِ رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جبکہ اُن کی وفات کا وقت قریب آیا تو علیؑ مرتضےٰ کی نسبت فرمایا کہ یہ میرے بعد تم سب کا آقا ہے۔ اگر تم اِس کی اطاعت کروگے تو مقصد اصلی حاصل کرلوگے۔ لیکن جو شخص شبِ قدر پر ایمان نہیں لاتا وہ منکر ہے اور جو شبِ قدر پر اس طرح ایمان لاتا ہے جس طرح کہ ہم نے نہیں سمجھا تو گویا وہ اِس بات کو سچ نہیں جانتا کہ یہ کہے کہ وہ ہمارے ہی لئے ہے اور جو اِس کا قائل نہیں ہے وہ جھوٹا ہے۔ اِس لئے کہ خدائے عزّوجلّ کی یہ شان تو ہے ہی نہیں کہ امر کو رُوح اور ملائکہ کے ساتھ کسی کافر و فاسق کے پاس بھیجے۔ کیونکہ اگر کوئی اِس کا قائل ہو کہ وہ فرشتے اُس خلیفہ کے پاس اُتر کر آتے ہیں جو جھوٹی خلافت پر مسلّط ہے تو یہ قول تو اُن کا کوئی چیز نہیں۔ اگر وہ اس کے قائل ہوں کہ فرشتے کسی کے پاس بھی نہیں اُترتے تو قولِ خدا بے معنی ہوا جاتا ہے کہ کوئی چیز تو لیکے اُترتے ہیں مگر کسی کے پاس نہیں۔ اور اگر اس کے قائل ہوں جیساکہ عنقریب ہو جائیں گے کہ یہ کوئی چیز ہی نہیں ہے تو وہ گمراہی میں پورم پار ہوگئے۔

کافی میں حسان ابنِ مہران سے منقول ہے کہ میں نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے شبِ قدر کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا اُسے اکیسویں[۲۱] یا تیئیسویں شب کو طلب کیجیو۔

اُسی کتاب میں ابو حمزۂ ثمالی سے منقول ہے کہ میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ابوبصیر نے عرض کی میں حضور پر قربان ہو جاؤں۔ وہ رات جس میں جو کچھ بھی اُمید کی جاتی ہے۔ وہ کونسی ہے؟ فرمایا اکیسویں[۲۱] یا تیئیسویں۔ اُنہوں نے عرض کی اگر مجھے اِن دونوں راتوں میں جاگنے کی توفیق نہ ہو؟ فرمایا دونوں میں سے جس میں آسانی معلوم ہو اُس میں ہی

طلب کر لیجئو۔ اس پر میں (ابو حمزہ) نے عرض کی کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں تو رویت ہلال اور تاریخ ہوئی ہو اور دوسرے مقامات سے اس کے خلاف خبر آئی ہو؟ تو فرمایا کہ اس صورت میں چار راتیں لے لو اور اُس میں سے جس میں آسانی جانو طلب کر لو۔ میں نے عرض کی میں حضور کے قربان ہو جاؤں۔ تیئیسویں ۲۳ شب تو شبِ جُہنی مشہور ہے؟ فرمایا ہاں! یہ تو کہنے کی بات ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں قربان ہو جاؤں۔ سلیمان ابنِ خالد نے تو یہ روائت کی ہے کہ اُنیسویں ۱۹ شب میں تو حاجیوں کا گروہ لکھا جاتا ہے؟ فرمایا اے ابو محمد! حاجیوں کا گروہ شبِ قدر میں لکھا جاتا ہے اور جتنی موتیں ہونے والی ہیں۔ جتنی بلائیں آنے والی ہیں۔ جتنے رزق ملنے والے ہیں اور جو کچھ اُس رات سے لے کر آئندہ سال کی اُسی رات تک ہونے والا ہے وہ سب کچھ لکھا جاتا ہے۔ پس تو شبِ قدر کی تلاش اکیسویں ۲۱ اور تیئیسویں ۲۳ میں کیا کر۔ اور ہر ایک میں سو رکعتیں پڑھا کر اور ہر ایک میں اگر تجھ سے ہو سکے تو صبح کے روشن ہو جانے تک جاگتا رہا کر اور دونوں میں غسل بھی کیا کر۔ کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ اگر میں کھڑے ہو کر یہ نمازیں نہ پڑھ سکوں؟ فرمایا تو بیٹھے ہی بیٹھے پڑھ لیا کر۔ میں نے عرض کی کہ اگر میں بیٹھے بیٹھے بھی نہ پڑھ سکوں؟ فرمایا تو لیٹے ہی لیٹے سہی۔ ہاں اس کا کچھ حرج نہیں ہے کہ اول رات میں تھوڑا سا سو بھی لے۔ اس لئے کہ ماہ مبارک رمضان میں آسمان کے دروازے کھلے رہتے ہیں۔ شیاطین قید کر دئے جاتے ہیں اور مؤمنین کے اعمال قبول ہوتے ہیں۔ رمضان کا مہینہ بہت ہی اچھا ہے۔ وہ عہدِ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم میں رزق دئے جانے کا مہینہ کہلاتا تھا۔

قولِ مترجم۔ اس روائت میں لفظ شبِ جُہنی جو آیا ہے یہ ایک انصاری تھے جن کا نام عبداللہ بن انیس تھا۔ اُنہوں نے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمتِ مبارک میں عرض کی تھی کہ یا رسول اللہ! میرا مکان مدینہ سے دُور ہے اس لئے مجھے ماہِ مبارک کی کوئی ایک شب بتا دیجئے جس میں میں حاضر ہوں اور بیدار رہوں۔ تو آنحضرتؐ نے اُن کو تیئیسویں ۲۳ شب بتلا دی تھی۔ اسی وجہ سے یہ رات شبِ جُہنی مشہور ہو گئی ہے۔

اُسی کتاب میں محمد بن مسلم سے منقول ہے کہ اُنہوں نے جنابِ امام محمد باقر یا جنابِ امام جعفر صادق علیہما السلام سے شبِ قدر کی علامت دریافت کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اُس کی علامت یہ ہے کہ ہوا اُس کی خوشبودار ہو جاتی ہے۔ اور اگر سردی کا موسم ہو تو گرمی ہو جاتی ہے اور اگر گرمی کا موسم ہو تو ٹھنڈک ہو جاتی ہے۔ مگر بہت ہی خوشگوار۔ پھر اُنہوں نے شبِ قدر کی بابت دریافت کیا تو فرمایا کہ اُس میں فرشتے اور لکھنے والے آسمانِ دنیا پر اُتر کر آجاتے

ہیں اور آیندہ سال بھر میں جو کچھ ہوتا ہے اور بندوں پر جو کچھ افتاد پڑنی ہوتی ہے وہ سب کچھ لکھ لیتے ہیں۔ مگر ہر امر مشیت پر موقوف رہتا ہے کہ جس کو چاہے مقدم کر دے۔ جس کو چاہے مؤخر کر دے۔ جس کو چاہے محو کر دے اور جس کو چاہے قائم کر دے۔ کیونکہ اصلی نوشتہ تو اُسی کے پاس ہے۔ **قولِ مترجم**۔ مخالفین کے ہاں بجائے تیئیس ۲۳ کے ستائیس ۲۷ پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اس کی دو وجہیں تحقیق سے ثابت ہوئیں (۱) یہ کہ اہلبیتؑ نے جو کچھ فرمایا ہو مذہب فاروق کو اُس کے خلاف ہونا لازم ہے۔ (۲) حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے ایک مرتبہ خلیفہ جی نے شب قدر کی تعیین دریافت کی تو انہوں نے بطور مزاح یہ کہہ دیا کہ "لیلۃ القدر" میں نو حرف ہیں۔ اور سورۂ قدر میں تین مرتبہ "لیلۃ القدر" آیا ہے۔ نو کو تین میں ضرب دو۔ ستائیس ۲۷ ہوگئے۔ لہٰذا قرینہ یہ ہے کہ شب قدر ستائیسویں شب کو ہوتی ہے۔ پس جو بات خلیفہ جی کے ذہن نشین ہوگئی وہی مُریدوں کی کھوپری میں بھی سما گئی۔ اِس کا نِکالنا اللہ کے زبردست جوتے کا کام ہوگا۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے کسی نے دریافت کیا کہ شبِ قدر ہزار مہینے سے بہتر کیونکر ہو سکتی ہے؟ فرمایا کہ اس شب میں عمل کرنا ایسے ہزار مہینوں کے عمل سے بہتر ہے جن میں شبِ قدر نہ ہو۔

انہی حضرتؑ سے ابوبصیر نے یہ بھی روایت کی ہے کہ توریت ۶ رمضان کو نازل ہوئی اور انجیل ۱۲ رمضان کو اور زبور ۱۸ رمضان کو اور قرآنِ مجید شبِ قدر میں نازل ہوا۔

تفسیر قمیؒ میں ہے کہ حمران نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے خدائے تعالےٰ کے اس قول اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (دیکھو صفحہ ۹۱۷ سطر ۴) کی تفسیر دریافت کی تو فرمایا ہاں یہ شبِ قدر ہے کہ ہر سال ماہِ مبارکِ رمضان کے عشرۂ آخر میں ہوتی ہے۔ اور قرآنِ مجید شبِ قدر ہی میں نازل ہوا ہے۔ جیسا کہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ (دیکھو صفحہ ۹۱۷ سطر ۵) فرمایا شبِ قدر میں ہر چیز کا اندازہ کیا جاتا ہے جو اُس پورے برس میں آیندہ سال کی شبِ قدر تک ہونے والا ہے۔ خیر ہو یا شر۔ طاعت ہو یا معصیت۔ اولاد ہو یا اجل۔ یا رزق۔ غرض قضاؤ قدر خواہ مقدر ہو یا محتوم۔ مگر ہر امر میں مشیت پروردگارِ عالم مشروط ہے۔ حمران کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ سے خدائے تعالےٰ نے کیا مُراد لی ہے؟ فرمایا جو عملِ صالح اُس میں کیا جائے۔ نماز۔ زکوٰۃ اور طرح طرح کے خیر و خیرات وہ ایسے ہزار مہینے کے عمل سے بہتر ہے۔ جن میں شبِ قدر نہ ہو۔ اور اگر خدائے تبارک و تعالےٰ مؤمنین کے لئے اِس

طرح ثواب نہ بڑھاتا تو وہ اُن درجوں کو نہ پہنچ سکتے لیکن وہ تو اُن کی نیکیوں کو بڑھاتا ہی رہتا ہے
اُنہی کتاب میں یعقوب کا بیان ہے کہ میں نے ایک شخص کو جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے شب قدر کی بابت سوال کرتے سُنا وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے اطلاع دیجئے کہ آیا شب قدر ہر سال ہوتی ہے ؛ تو حضرت نے فرمایا کہ اگر شب قدر اُٹھا لی جائے تو قرآن مجید بھی اُٹھا لیا جائے ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۹۵۶

جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے ارشاد فرمایا کہ ایک دن جناب امیر المومنین علیہ السّلام نے سورۂ اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰہُ تلاوت فرمائی اُس وقت اُن حضرت کی خدمت میں حسنین علیہما السّلام حاضر تھے ۔ امام حسین علیہ السّلام نے عرض کی بابا ! آپ کے مُنہ سے یہ سورہ کس قدر شیریں معلوم ہوتا ہے ! ارشاد فرمایا کہ اے نورِ نظر ! اے فرزندِ رسولؐ ! اِس سورہ کے متعلق جو باتیں میں جانتا ہوں اُن سے تم ابھی واقف نہیں ہو ۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو تمہارے جدِّ بزرگوار جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ نے مجھے طلب فرمایا ۔ جب میں حاضر ہُوا تو آنحضرت نے میرے سامنے یہ سورہ تلاوت فرمایا ۔ پھر میرے دہنے کاندھے پر اپنا دستِ مبارک رکھ کے ارشاد فرمایا کہ اے میرے بھائی ! اور اے میرے وصی ! اور اے میرے بعد میری اُمّت کے حاکم ! اور میرے دشمنوں سے قیامت تک لڑنے والے ! میرے بعد یہ سورہ تمہارے لئے ہے ۔ اور تمہارے بعد تمہارے دونوں فرزندوں کے لئے ۔ (اے علیؑ !) جبرئیلؑ فرشتوں میں سے میرا بھائی ہے اور سال بھر میں میری اُمّت سے جو جو کچھ ہوتا ہے وہ مجھے بتا دیا کرتا ہے ۔ اور جیسا نبیوں کو بتا دیا کرتا تھا اُسی طرح آیندہ تمہیں بتایا کرے گا ۔ اور اِس سورہ کا نور تمہارے دِل میں اور تمہارے اوصیاء کے دل میں ظہورِ قایمِ آلِ محمدؐ کی صبح طالع ہونے تک چمکتا رہیگا ۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۵۸

الخرایج میں جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام کے سامنے جب یہ سورت پڑھی گئی تو اُن حضرت نے فرمایا اَلۡاِنۡسَانُ میں ہوں اور مجھی سے زمین اپنی تمام خبریں بیان کرے گی ۔
عللُ الشرائع میں تمیم ابنِ حاتم سے روایت ہے کہ جب ہم بصرہ کی طرف چلے ہیں تو جناب امیر علیہ السّلام کے ساتھ تھے ۔ راستہ میں یکایک زمین میں زلزلہ آیا تو اُن حضرت نے اپنا دستِ مبارک اُس پر مارا (اور) یہ فرمایا کہ تجھے ہو کیا گیا ہے ! پھر اپنا روئے مبارک ہماری

طرف کر کے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ وہ زلزلہ ہوتا جس کا ذکر خدائے تعالےٰ نے اپنی زبردست کتاب میں فرمایا ہے تو زمین مجھ کو جواب دیتی لیکن یہ وہ زلزلہ نہیں ہے۔

تفسیر برہان میں حسن ابنِ عبد الرحیم سے روایت ہے کہ میں کسی عالم کی صحبت سے اُٹھ کر آرہا تھا کہ میرا گذر سلمان شاد کونی کے پاس سے ہوا۔ اُنہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم کہاں سے آتے ہو؟ میں نے کہا کہ فلاں عالم مصنفِ کتابِ الوحدت کی صحبت سے آرہا ہوں۔ اُنہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اُس جلسہ میں اُنہوں نے کیا کیا باتیں کی تھیں؟ میں نے کہا کہ جناب امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام کے کچھ فضائل بیان کئے تھے۔ فرمایا میں تمہیں ایسی فضیلت سُناتا ہوں جو چھ واسطوں سے مجھ تک پہنچی ہے۔ اور اُن میں سے ہر راوی قرشی ہے۔ پھر وہ فضیلت یوں سُنائی کہ عمر ابنِ خطاب کے زمانہ میں بقیع کے قبرستان میں زلزلہ آیا جس سے اہلِ مدینہ چیخ اُٹھے۔ عمر اور اور اصحاب جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم دعا مانگنے کے لئے نکلے کہ زلزلہ ٹھہرے۔ مگر زلزلہ بڑھتا ہی چلا گیا یہانتک کہ فصیلِ مدینہ تک نوبت پہنچی اور شہر والوں نے ارادہ کر لیا کہ شہر سے نکل جائیں۔ اُس وقت عمر نے کہا کہ کوئی ذرا حضرت علی کو میرے پاس بُلا لائے۔ حضرت آئے تو عرض کرنے لگا کہ اے ابوالحسن! آپ گورستانِ بقیع اور اُس کے زلزلہ کو دیکھ رہے ہیں اب تو فصیلِ مدینہ تک نوبت آگئی اور اہلِ مدینہ کوچ پر بھی تیار ہو گئے۔ جناب امیر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اصحابِ رسولؐ میں سے جو بدری ہیں اُن میں سے سَو کو میرے پاس بُلاؤ۔ جب حاضر ہوئے تو اُن میں سے دسؔ کو چھانٹا اور اپنے پیچھے مقرر کیا۔ اور نوّے کو اُن کے پیچھے رکھا۔ اُس وقت مدینہ میں کوئی ایسا باقی نہیں رہا گیا کنواری کیا بیاہی کہ باہر نہ نکل آئی ہو۔ پھر ابو ذرؓ اور مقدادؓ اور سلمانؓ اور عمارؓ کو بلایا اور اُن سے فرمایا کہ تم میرے آگے آگے رہو جبتک کہ میں گورستانِ بقیع کے بیچوں بیچ نہ پہنچ لوں۔ لوگ حضرت کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ جب اُس جگہ پہنچے تو زمین پر اپنا پاؤں مارا۔ پھر تین دفعہ فرمایا تجھے ہو کیا گیا ہے؟ تجھے ہو کیا گیا ہے؟ تجھے ہو کیا گیا ہے؟ وہ ٹھہر گئی۔ تو پھر فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے سچ فرمایا تھا۔ آنحضرت نے مجھے اِس واقعہ کی بھی اطلاع دی تھی اور اِس دن کی بھی اور اِس ساعت کی بھی اور لوگوں کے اِس طرح جمع ہونے کی بھی اور خدائے تعالےٰ بھی اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا۔ مگر یہ وہ زلزلہ نہ تھا ورنہ زمین اپنے تمام دفینے میرے سامنے نکال کر اُسی وقت ڈال دیتی جبکہ میں نے اُس سے یہ کہا تھا کہ تجھے ہو کیا گیا ہے؟ پھر وہ حضرت اپنے دوستوں کو اور اَور لوگ اپنے اپنے مکانوں کو چلے گئے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۹۵۹

تفسیر برہان میں ابوبصیر نے قولِ خدائے تعالےٰ وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا کے متعلق جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا یہ سورت وادی یابس کے رہنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ مولا! اُن کا حال اور قصّہ کیا ہے؟ فرمایا کہ اُن کے بارہ ہزار سوار جمع ہو گئے تھے اور آپس میں پختہ طور پر یہ عہد و پیمان کر لیا تھا کہ نہ ایک شخص دوسرے سے خلاف وعدگی کرے گا۔ نہ ایک دوسرے کی نصرت چھوڑے گا۔ اور نہ ایک دُوسرے سے مُنہ موڑے گا۔ بلکہ سب کے سب اسی حلف پر ایک ہی جگہ مر جائینگے (اور محمد (مصطفےٰ صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم) اور علی (مرتضٰے علیہ السّلام) کو قتل کر کے چھوڑینگے چنانچہ جبرئیلؑ امین نازل ہوئے اور آنحضرتؐ کو اُن کے اس قصّہ کی اور اس عہد و پیمان کی خبر پہنچائی۔ اور یہ حکم بھی پہنچایا کہ آپ ان کے مقابلہ میں ابوبکر کو مہاجرین و انصار کے چار ہزار سوار دے کر بھیجدیجئے۔ جناب رسولِ خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم منبر پر تشریف لے گئے۔ خدائے تعالےٰ کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا کہ اے گروہِ مہاجرین و انصار! جبرئیلؑ امین نے مجھے خبر پہنچائی ہے کہ اہلِ وادی یابس بارہ ہزار کی تعداد میں جمع ہو گئے ہیں اور اُنھوں نے آپس میں یہ عہد و پیمان کر لیا ہے کہ اُن میں سے ایک دُوسرے کے ساتھ بیوفائی نہ کرے اور نہ ایک دوسرے کو چھوڑ کر بھاگے اور نہ ایک دوسرے کی مدد سے مُنہ موڑے۔ جہانتک کہ مجھے اور میرے بھائی علیؑ ابن ابی طالب کو قتل نہ کر ڈالیں۔ اور مجھے خدائے تعالےٰ کا یہ حکم پہنچا ہے۔ کہ میں اُن کی طرف ابوبکر کو چار ہزار سواروں کے ساتھ بھیجوں۔ تم اپنے کاروبار کو ٹھیک کر لو اور دشمن پر چڑھائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور پیر کے دن برکت کی دعا کر کے اور خدا کا نام لیکر کوچ کر جاؤ۔ مسلمانوں نے اُسی وقت سے تیاری شروع کر دی اور جناب رسول خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ابوبکر کو خاص احکام سُنا دئے۔ منجملہ اُن کے ایک حکم یہ بھی تھا کہ جسوقت تمہارے اُن کے مدبھیڑ ہو تو پہلے اُن پر اسلام عرض کرنا۔ اگر وہ متابعت کریں فہوالمراد اور اگر متابعت نہ کریں تو اُن سے لڑنا۔ لڑنے والوں کو تو قتل کرنا اور اُن کے بال بچوں کو اسیر کر لینا اور اُن کے مال پر قبضہ کر لینا اور اُن کی جائدادوں اور مکانات کو برباد کر دینا۔ پس ابوبکر اور مہاجرین و انصار جو اُن کے ساتھ میں تھے خوب سج سجا کے (برات کی طرح) تھوڑا تھوڑا فاصلہ طے کرتے ہوئے آہستہ آہستہ وادی یابس تک پہنچے۔ جب اُن لوگوں کو اِن کے اُترنے کی خبر ملی کیونکہ ابوبکر اور اُن کے ساتھی اُن کے قریب ہی اُترے تھے تو اُس وقت وادی یابس کے باشندوں میں سے دو سو آدمی اپنے ہتھیار چھپائے ہوئے ان کے پاس آئے۔

اور آمنا سامنا ہوتے ہی اِن سے کہنے لگے کہ تم کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو اور کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ لازم ہے کہ تمہارا سردار ہمارے سامنے آوے کہ ہم اُس سے باتیں کریں؛ چنانچہ ابوبکر اپنے مسلمان ساتھیوں کے گروہ کو لیکر اُن کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ابوبکر میں ہی ہوں۔ اُنہوں نے کہا کہ تیرے یہاں آنے کا باعث کیا ہے؟ کہا مجھے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں کے سامنے اسلام کو پیش کروں اور یہ کہ تم بھی اُسی میں داخل ہو جاؤ جس میں کہ مسلمان داخل ہیں۔ اُن کے نفع کو تم اپنا نفع سمجھو اور اُن کے نقصان کو نقصان۔ ورنہ پھر ہمارے اور تمہارے مابین لڑائی ہوگی۔ اُن لوگوں نے جواب دیا کہ لات وعزّےٰ کی قسم اگر ہمارے اور تیرے مابین قریب کا رشتہ نہ ہوتا تو ہم تجھے اور تیرے ساتھیوں کو اِس طرح قتل کرتے کہ تم بعد میں آنے والوں کے لئے افسانہ بن جاتے۔ اب تو اور تیرے ساتھی خیر سے چلے جاؤ اور اپنی خیر مناؤ کیونکہ ہم تو تمہارے سردار اور اُن کے بھائی علیؑ ابن ابی طالب کی جان کے خواہاں ہیں (تم سے کوئی غرض نہیں رکھتے) اب ابوبکر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یارو تعداد میں یہ تم سے زیادہ اور تیاری سامان میں تم سے کہیں بڑھے ہوئے اور تمہارے گھر تمہارے مسلمان بھائیوں سے کہیں زیادہ دُور ہیں۔ میرے نزدیک تو یہ صلاح ہے کہ پھر چلو کہ ہم جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِن کے حال سے اطلاع دیدیں۔ سب نے یک زبان یہ کہا کہ اے ابوبکر! تو جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور جو حکم آنحضرتؐ نے دیا ہے اُس کی مخالفت کرتا ہے! تو اللہ سے ڈر اور اِن لوگوں سے لڑ اور قولِ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخالفت نہ کر! ابوبکر نے کہا کہ میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اور حاضر کو وہ چیز سوجھتی ہے جو غائب کو نظر نہیں آتی۔ تب وہ وہاں سے چلدیا۔ اور سب لوگ بھی چل دیئے۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن باتوں کی بھی خبر پہنچی جو اُن لوگوں نے کہی تھیں اور جو جواب ابوبکر نے دیا تھا اُس کی بھی خبر پہنچی پس آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر! تو نے ہمارے حکم کی مخالفت کی اور جو حکم میں نے تجھ کو دیا تھا اُس کو بجانہ لایا۔ پس خدا کی قسم تو میرے حکم کے بجا نہ لانے کا گنہگار ہوا۔ اُس کے بعد آنحضرتؐ اُٹھے اور منبر پر تشریف لے گئے۔ خدائے تعالےٰ کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا کہ اے گروہِ مسلمین! میں نے ابوبکر کو حکم دیا تھا کہ اہلِ وادی یابس کی طرف جائے اور اُن کے سامنے اسلام پیش کرے اور اُن کو اللہ کے دین کی طرف بُلائے۔ اگر وہ قبول کریں تو بہتر ورنہ اُن سے لڑے۔ ابوبکر اُن کی طرف گیا تو مگر اُن میں سے صرف دو سو آدمی نکل کر اُس کی طرف آئے تھے اُن کا محض کلام ہی سُنا تھا نہ مقابلہ کی نوبت آئی اور نہ کوئی ہتھیار کھایا۔ باتیں ہی باتیں سن کے

چھاتی پھٹ گئی اور دل میں اُن کا رُعب بیٹھ گیا۔ میرے قول کو ترک کیا اور میرے حکم کی اطاعت نہ کی۔ (خائب و خاسر واپس آگیا) اب جبرئیلؑ میرے پاس منجانب اللہ یہ حکم لائے ہیں کہ بجائے ابوبکر کے عمر کو چار ہزار سواروں کے ساتھ اُن کی طرف بھیجوں۔ پس اے عمر! اللہ کا نام لیکے روانہ ہوجا اور وہ کرتوت نہ کیجئو جو تیرے بھائی ابوبکر نے کی! اِس لئے کہ اُس نے یقیناً اللہ کی بھی نافرمانی کی اور میری بھی نافرمانی کی۔ غرض عمر کو بھی وہی احکام دئے جو ابوبکر کو دئے تھے۔ اب عمر اور وہی مہاجرو انصار جو ابوبکر کے ساتھ تھے روانہ ہوئے۔ مگر مسافت آہستہ آہستہ طے کی تاآنکہ اُن لوگوں کے سر پہ جا پہنچے اور اتنے قریب ہوگئے کہ یہ اُن کو دیکھتے تھے اور وہ اِن کو۔ اُن میں سے دو سو آدمی نکل کر اِن کی طرف بھی آئے اور عمر سے اور اُس کے ساتھیوں سے ویسی ہی باتیں کیں جیسی ابوبکر سے کی تھیں۔ عمر نے جو اُن لوگوں کے ساز و سامان اور اُنکی جمعیت دیکھی تو اُس کے اَوسان خطا اور حواس باختہ ہوگئے۔ بچہ وہاں سے پلٹ کر ایسے بھاگے کہ پیچھے پھر کر نہ دیکھا۔ اور مسلمان بھی ساتھ ہی ساتھ چلے آئے۔ جبرئیلِ امین نازل ہوئے اور عمر کی کرتوت سے جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کو مطلع کیا۔ اور اِس بات سے کہ وہ خود بھی وہاں سے چلدیا اور مسلمان بھی ساتھ ہی ساتھ چلے آئے۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم پھر منبر پر تشریف لے گئے۔ خدائے تعالےٰ کی حمد وثنا ادا فرمائی۔ اور لوگوں کو عمر کی کرتوت سے اطلاع دی۔ اور یہ بھی جتلایا کہ میرے حکم کے خلاف اور میرے قول کی نافرمانی کرکے خود بھی وہ وہاں سے چلا آیا اور مسلمان بھی اُس کے ساتھ ہی ساتھ چلے آئے۔ اب عمر بھی آپہنچا اور اُس نے اپنی کتھا ویسی ہی سُنائی جیسی اُس کے یار پہلے سُنا چکے تھے۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے اُس سے فرمایا کہ اے عمر! تو نے مالکِ عرش و کرسی خدائے تعالےٰ کی بھی نافرمانی کی اور میری بھی نافرمانی کی۔ میرے قول کے مخالف اور اپنی رائے کے موافق تو نے عمل کیا۔ خدا کرے ہمیشہ تیری رائے حق کے خلاف ہی رہے۔ اب جبرئیلؑ امین نے مجھے حکم پہنچایا ہے کہ میں اِن مسلمانوں کا سرگروہ علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام کو بنا کر بھیجوں۔ اور مجھے یہ بھی خبر پہنچائی ہے کہ خدائے تعالےٰ علیؑ اور اُن کے ساتھیوں کے ہاتھوں پر اِس مہم کو فتح فرمائیگا۔ پس علی علیہ السّلام کو بُلایا اور ہدایتیں ویسی ہی فرمائیں جیسی ابوبکر و عمر اور اُن کے چار چار ہزار ساتھیوں کو فرمائی تھیں۔ اور آن کو یہ خبر بھی دے دی کہ فتح عنقریب تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے ہاتھوں پر ہوگی۔ پس علی علیہ السّلام مع مہاجرین و انصار کے روانہ ہوگئے۔ مگر اُس رفتار سے نہیں چلے جس طرح ابوبکر و عمر گئے تھے بلکہ یلغار کرتے ہوئے گئے جس سے ساتھی پریشان ہوگئے کہ کہیں تکان ہمارا خاتمہ نہ کردے اور ہمارے گھوڑے بیکار نہ ہوجائیں۔ جنابِ امیر علیہ السّلام نے فرمایا ذرا نہ

ڈرو اور فوراً نہ گھبراؤ اس لئے کہ حکم تو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے اور خبر خدائے تعالےٰ نے پہنچائی ہے کہ خدائے تعالےٰ میرے اور تمہارے ہاتھوں پر فتح فرمائے گا۔ لہذا کچھ بھی ہو تم خدا کی راہ میں تعب اٹھاؤ کہ تم خود خیریت سے ہو اور خیر کی طرف چلے جا رہے ہو۔ یہ خوشخبری سُن کر اُن کے دل خوش ہو گئے اور نفوس میں بھی اتنی قوت آ گئی کہ وہ کئی منزلیں دو منزلہ سہ منزلہ کر کے طے کر گئے جب اُن لوگوں سے اتنے قریب پہنچے کہ یہ اُن کو اور وہ انکو دیکھ سکتے تھے تو حضرت نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اُتر پڑو۔ اہلِ وادئ یابس نے بھی علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے اور اُنکے اصحاب کے آنیکی خبر سُنی تو اُن کے دو سو آدمی پورے پورے مسلح ہو کر حضرت کی طرف آئے۔ حضرت بھی گنتی کے آدمی ساتھ لے کر اُن سے باتیں کرتے نکل کھڑے ہوئے۔ اُنہوں نے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ کہاں سے آتے ہو۔ کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا میں علیؑ بن ابیطالب جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچیرا بھائی اور اُن کا دینی بھائی ہوں اور تمہاری طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفیر ہو کر آیا ہوں۔ تاکہ تم کو اس بات کی شہادت دینے کی دعوت دوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اور یہ کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ اور اگر تم ایمان لے آئے تو نفع و نقصان میں تمام مسلمان تمہارے شریک ہیں اور تم تمام مسلمانوں کے شریک ہو۔ اُنہوں نے سُنکر کہا کہ ہمارا مطلب تم ہی سے تھا۔ ہم نے تمہاری باتیں سُن لیں۔ اب تم اچھی طرح ہوشیار ہو جاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی آمادۂ پیکار کر لو۔ اور سمجھ لو کہ ہم تم سے اور تمہارے اصحاب سے ضرور لڑینگے اور کل صبح ہماری تمہاری لڑائی ہے۔ کسی عذر و حیلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ وائے ہو تم پر۔ تم کثرت اور جمعیت سے مجھے ڈراتے ہو حالانکہ میری مدد پر اللہ اور اُس کے فرشتے اور کل مسلمان ہیں۔ سوائے خدائے بزرگ و برتر کے کسی میں کوئی قوت اور قدرت نہیں ہے وہ لوگ تو اپنے مقام کو واپس گئے اور حضرت اپنے پڑاؤ پر پلٹ کر آ گئے۔ اور اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اپنے جانوروں کی اچھی طرح خدمت کریں۔ اور خوب گھانس دانہ کھلا کر اچھی طرح چاق و چوبند کر لیں اور صبح ہونے سے پہلے پہلے زین کاٹھی کس کسا کر کیل کانٹے سے لیس کر رکھیں۔ جیسے ہی پو پھٹی حضرت نے اندھیرے ہی اندھیرے نمازِ جماعت پڑھا اپنے اصحاب سمیت اُن لوگوں پر چھاپا مارا اور جب تک کہ حضرت کے گھوڑوں سے پچھلے نہ گئے اُن کو خبر بھی نہ ہوئی اور حضرت کے ساتھیوں میں سے جو سب سے پیچھے تھے اُنکو ابھی خبر بھی نہ ہونے پائی کہ یہاں لڑنے والوں کو قتل بھی کر دیا اور اُن کے اہل و عیال کو اسیر بھی کر لیا۔ مال اُن کے لوٹ لئے۔ مکانات اُن کے منہدم کر دئے۔ قیدی اور مال لیکر حضرت مدینہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جبرئیل امین نے نازل ہو کر جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فتح کی خبر پہنچائی جو کہ خدائے تعالےٰ نے علی مرتضےٰ علیہ السلام

اور ان کے ساتھ کے مسلمانوں کو عطا فرمائی تھی۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے۔ خدا تعالےٰ کی حمد و ثنا فرمائی اور لوگوں کو اُس فتح کی خبر سُنائی جو مسلمانوں کو میسر آئی تھی اور یہ بھی اطلاع دیدی کہ مسلمانوں میں سے دو سے زیادہ شہید بھی نہیں ہوئے۔ اور منبر سے اُتر آئے۔ پھر موقعۂ مناسب پر مدینہ کے تمام مسلمانوں کو ساتھ لے کر علی مرتضےٰ علیہ السّلام کے استقبال کو نکلے اور تین میل آگے بڑھ کر ملے۔ جب جنابِ علی مرتضےٰ علیہ السّلام کی نظر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر پڑی فورًا اپنی سواری سے اُتر پڑے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی اُنکو دیکھکر اُتر پڑے اور بڑھ کر نہایت محبت سے اپنی چھاتی سے لگا لیا اور دونوں آنکھوں کے مابین بوسہ دیا مسلمانوں کا سارا گروہ علیؑ مرتضےٰ کی تعظیم کرنیکے لئے نیچے اُتر پڑا۔ جہاں سے جنابِ رسولؐ خدا اُترے تھے۔ جنابِ امیر علیہ السّلام نے تمام مالِ غنیمت اور قیدی اور جو کچھ اہلِ وادیٔ یابس کے ہاں سے خدا تعالےٰ نے دلوایا تھا وہ سب پیشکش کر دیا۔ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو سوائے روزِ فتح خیبر کے کبھی اتنا مالِ غنیمت نہ ملا تھا۔ اس لئے کہ اہلِ وادیٔ یابس کا ساز و سامان اہلِ خیبر کی مانند تھا۔ یہ سورۂ وَالْعَادِیٰتِ خدا تعالےٰ نے جنابِ امیر علیہ السّلام کی اُسی فتح نمایاں کے بارے میں نازل فرمائی ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۹ متعلق صفحہ ۹۵۹

کافی میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جنابِ عیسےٰ ابنِ مریم علیہ السّلام کا ایک ایسی بستی پر گزر ہوا جس کے باشندے اور چرندے اور پرندے سب مر گئے تھے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ غضبِ الٰہی سے یہ سب ایک ہی وقت میں مر گئے ہیں۔ اگر متفرق اوقات میں مرے ہوتے تو اُنہوں نے ایک دوسرے کو دفن کیا ہوتا۔ حواریوں نے عرض کی کہ یا رُوح اللہ! اور اے کلمۃ اللہ! آپ خدا سے دعا کیجئے کہ وہ اِن کو ہماری خاطر سے زندہ کر دے تاکہ یہ ہم کو اپنے اعمال کی اطلاع دیں کہ ہم ویسے اعمال سے اجتناب کریں۔ چنانچہ عیسےٰ علیہ السّلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی تو اُن کو مابین زمین و آسمان سے یہ آواز آئی۔ کہ تم اُن کو آواز دو۔ حضرت عیسےٰ علیہ السّلام رات کے وقت زمین کی بلندی پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے اِس بستی کے باشندو! اُن میں سے ایک جواب دینے والے نے جواب دیا کہ اے رُوح اللہ! اور اے کلمۃ اللہ! لبّیک! میں حاضر ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا وائے ہو تم پر۔ تمہارے اعمال کیسے تھے؟ اُس نے عرض کی طاغوت کی عبادت۔ دُنیا کی محبت۔ خوف بہت کم کرنا۔ امیدیں بڑی بڑی باندھنا۔ اور لہو و لعب سے غفلت میں پڑے رہنا۔ فرمایا کہ دنیا کی محبت کیسی تھی؟ اُس نے عرض کی جیسے بچّہ کو اپنی ماں سے ہوتی ہے کہ جب اُس کا رُخ ہماری طرف ہوتا تھا تو ہم کو بہت فرحت اور مسرت ہوتی تھی اور بڑی خوشی مناتے تھے اور جب ہماری طرف سے منہ پھیر لیتی تھی تو ہم کو بہت رنج و الم ہوتا تھا اور ہم بہت

روتے پیٹتے تھے۔ فرمایا کہ طاغوت کی عبادت تمہاری کیسی تھی؟ اُس نے عرض کی کہ گنہگاروں کی ہم اطاعت کیا کرتے تھے۔ حضرتؑ نے فرمایا پھر تمہارا انجام کیا ہوا؟ اُس نے عرض کی کہ رات کو ہم بھلے چنگے سوئے اور صبح کو ہم نے اپنے تئیں ہاویہ میں پایا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ ہاویہ کیا چیز ہے؟ اُس نے عرض کی کہ سجین۔ فرمایا سجین کیا ہے۔ اُس نے عرض کی پہاڑ ہیں جن کے پتھر قیامت کے دن تک ہمارے لئے شعلہ ور رہیں گے۔ فرمایا کہ جب تم ہاویہ میں پہنچے تو تم نے کیا کہا اور تم کو کیا جواب ملا؟ عرض کی ہم نے یہ کہا کہ ہم کو پھر دنیا میں بھیج دیا جائے ہم زہد اختیار کریں گے۔ جواب ملا کہ تم جھوٹے ہو۔ فرمایا وائے ہو تم پر تیرے سوائے ان میں سے اور کوئی مجھ سے بات کیوں نہیں کرتا؟ عرض کی اے رُوح اللہ! ان سب کے دہانوں پر آتشیں لگامیں چڑھی ہوئی ہیں اور وہ نہایت سخت گیر اور غصہ ور فرشتوں کے ہاتھ میں ہیں اور میں تو ان لوگوں میں رہتا تھا اصلاً ان میں سے نہ تھا۔ جب عذاب نازل ہوا تو ان کے ساتھ میں بھی لپیٹ لیا گیا۔ (گویا وہی مثل ہوئی کہ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس گیا) اس وقت میری یہ حالت ہے کہ میں کنارۂ جہنم کے ایک بال کے ذریعے سے لٹکا ہوا ہوں۔ یہ میں نہیں جانتا کہ میں اوندھے مُنہ اُس میں گرا دیا جاؤں گا یا نجات پا جاؤنگا۔ اُس وقت حضرت عیسےٰ علیہ السّلام حواریوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے دوستانِ خدا! دنیا و آخرت کی عافیت کے ساتھ اگر سوکھی روٹی نمک کے ساتھ ملے تو وہ بہت ہی اچھی ہے (بہ نسبت اس کے کہ طرح بطرح کی نعمتیں کھانے پینے اور پہننے کو ملیں اور انجام ایسا ہو جیسا کہ اس بستی والوں کا ہوا)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۹۶۰

روضۃ الواعظین میں جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے منقول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے سورۂ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا تَکَاثُرْ سے مراد ہے مال کا زیادہ ہونا اس طرح کہ بطریقِ ناحق حاصل کرکے جمع کیا ہو۔ یا حقدار کا حق روک کر اکٹھا کیا ہو اور برتنوں میں اُس وقت تک روک روک کے رکھا ہو جب تک کہ موت نہ آگئی ہو۔

نیز تفسیر مجمع البیان میں منقول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے یہی سورت پڑھی پھر ارشاد فرمایا کہ فرزندِ آدمؑ یہ کہتا ہے کہ یہ میرا مال ہے حالانکہ اس مال میں سے تیرا مال صرف اتنا ہی ہے جتنا تو کھا کر ہضم کرے یا پہن کر پھاڑ دے یا خیرات کرکے اپنے ساتھ لیتا جائے۔

تفسیر اہلبیت علیہم السلام میں جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ کے دو مرتبہ ہونے کی وجہ یہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ زمانۂ رجعت میں تم کو علم حاصل ہوگا اور دوسری مرتبہ قیامت میں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۶۰

تفسیر برہان میں علامہ ابن بابویہ القمی سے روایت ہے کہ ابراہیم ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک روز جناب امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السّلام کی حضور میں حاضر تھے۔ ہم نے یہ کہا کہ دنیا میں نعیم حقیقی تو موجود نہیں ہے۔ اُن لوگوں میں سے جو حضرت کی حضور میں تھے ایک عالم نے خدا تعالےٰ کا یہ قول پڑھ دیا ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ پھر یہ کہا کہ یہ نعیم تو دنیا میں موجود ہے اور اُس سے مراد ٹھنڈا پانی ہے۔ اِس پر جناب امام رضا علیہ السّلام نے بلند آواز سے فرمایا کہ تم اِس کی یہی تفسیر کرتے ہو حالانکہ تم لوگوں نے اس کی تفسیریں کردی ہیں۔ ایک گروہ تو ٹھنڈا پانی بتلاتا ہے اور دُوسرا نفیس کھانا اور تیسرا میٹھی نیند۔ حالانکہ میرے والدِ ماجد نے میرے جدّ امجد جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کی یہ حدیث مجھ سے بیان فرمائی کہ اُن حضرت کے روبرو تم لوگوں نے یہی اقوال خدا تعالےٰ کے اِسی قول ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ کے بارے میں بیان کئے تھے تو حضرت غضبناک ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ خدائے تعالےٰ اپنے بندوں سے اُن چیزوں کی بابت ہرگز سوال نہ فرمائیگا جو اُس نے بطور فضل و کرم و احسان کے اُن کو عطا فرمائی ہیں۔ احسان جتلانا تو مخلوق کے لئے بھی پسند نہیں کرتا۔ بلکہ نعیم ہم اہلبیتؑ کی محبّت و موالات ہے۔ جس کی نسبت خود خدا تعالےٰ بعد توحید و نبوّت کے سوالات کے ہر بندہ سے سوال کریگا۔ اگر بندہ نے اُسے پورا کیا ہوگا تو اُسے اُس جنّت کی نعیم تک پہنچا دیگا جو کبھی زائل نہ ہوگی۔ نیز میرے والدِ ماجد نے بروایت اپنے آباؤ اجداد کے خود جناب امیر علیہ السّلام کی یہ حدیث مجھ سے بیان فرمائی۔ کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے فرمایا کہ یا علیؑ بندہ سے اُس کی موت کے بعد اوّل چیز جو دریافت کی جائے گی وہ شہادت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ ہے اور یہ کہ تم کُل مومنین کے ولی و مولا اُسی شان سے ہو جس شان سے خدا نے اور میں نے تم کو مقرر کیا ہے۔ پس جو شخص اِس کا اقرار کریگا اور اس کا اعتقاد بھی رکھتا ہوگا وہ اُس نعیم تک پہنچ جائیگا۔ جس کے لئے کوئی زوال نہیں۔

نیز اُسی کتاب میں جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام عراق میں تشریف لائے۔ حیرہ میں نزولِ اجلال فرمایا۔ تو ابو حنیفہ بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور حضرت سے اُس نے بہت سے مسئلے دریافت کئے۔ از آنجملہ یہ بھی تھا کہ میں قربان ہو جاؤں امر بالمعروف سے کیا مراد ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ اے ابو حنیفہ! اَلْمَعْرُوْفُ وہ ہے جسے آسمان والے بھی پہچانتے ہوں اور زمین والے بھی۔ اس سے مراد جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السّلام ہیں۔ اور امر بالمعروف سے مراد اُن حضرت کی پیروی و تمسّک کا

حکم دینا ہے) پھر اُس نے عرض کی میں قربان ہو جاؤں اَلْمُنکَر کیا ہے؟ فرمایا وہی دونوں جنہوں نے اُن حضرتؐ کے حق کو دبا لیا۔ اُن حضرتؐ کے معاملہ کو خراب کیا۔ اور لوگوں کو اُن حضرتؐ کے برخلاف اُبھار دیا۔ (اور نہی عن المنکر سے مراد ہے لوگوں کو اُن دونوں کی اطاعت سے باز رکھنا) ابوحنیفہ نے عرض کی کہ اگر کسی شخص کو خدا کی نافرمانی کرتے دیکھیں اور اُس سے اُسے باز رکھیں تو آیا یہ نہی عن المنکر نہیں ہے؟ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ نہ نہی عن المنکر ہے اور نہ امر بالمعروف بلکہ یہ تو ایک نیکی ہے جو بندہ نے اپنے لئے کی۔ ابوحنیفہ نے عرض کی میں قربان ہو جاؤں۔ مجھے خدائے تعالےٰ کے اس قول ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ کا مطلب بھی سمجھا دیجئے؟ فرمایا اے ابوحنیفہ! اب تک تو کیا سمجھا ہوا ہے پہلے یہ بتا؟ اُس نے کہا۔ میں تو یہ سمجھے ہوئے ہوں کہ جان امان و امن میں ہو۔ جسمانی صحت حاصل ہو اور کھانے کو ملتا ہو۔ فرمایا اے ابوحنیفہ! اگر خدائے تعالےٰ یہ سب چیزیں تجھے عطا فرما دے اور قیامت کے دن تجھے کھڑا کرکے ایک ایک لقمہ کا حساب لے جو تو نے کھایا ہو اور ایک ایک گھونٹ کی باز پرس کرے جو تو نے پی ہو تو تو تیرا کھڑا ہونا بہت طولانی ہوگا اور اس حساب سے کل بندے کتنے عرصے میں حساب دیں گے؟) ابوحنیفہ نے گھبرا کے اس طرح عرض کی۔ تو حضور میں قربان ہو جاؤں۔ نعیم سے کیا مراد ہے؟ فرمایا نعیم سے ہم اہلبیتؑ مراد ہیں کہ ہمارے ذریعے سے خدا نے آدمیوں کو گمراہی سے نکالا ہمارے ذریعے سے اندھے پن سے نکال کر بصیرت عطا فرمائی۔ ہمارے ذریعے سے تعلیم دے کر جہالت سے چھٹکارا عطا فرمایا۔ ابوحنیفہ نے عرض کی قربان ہو جاؤں قرآن مجید ہمیشہ نیا کیونکر رہیگا؟ فرمایا قرآن مجید کسی ایک زمانہ کے لئے مقرر نہیں کیا گیا ہے کہ دوسرے زمانہ کے لئے نہ ہو اور بہت سے دنوں کا گزر جانا اُس کو پرانا کردے اور اگر ایسا ہوتا تو دنیا کے فنا ہونے سے قرآن مجید کہیں پہلے فنا ہو جاتا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۹۶۱

امالی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب اَبرہہ ابن صباح بادشاہِ حبشہ نے یہ ارادہ کیا کہ بیت اللہ کو منہدم کردے تو حبشیوں کا لشکر بہت ہی جلدی کرکے آیا اور لوٹ مار شروع کردی چنانچہ حضرت عبدالمطلب ابن ہاشم کا گلہ بھی لوٹ کرلے آئے تو حضرت عبدالمطلب بادشاہ کے پاس آئے۔ اُس کی حضور میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ اجازت دی گئی۔ پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک تخت پر بیٹھا ہے جس کے اوپر چھوٹا سا دیبا کا شامیانہ کھنچا ہوا ہے۔ حضرت (عبدالمطلب) نے اُسے سلام کیا۔ اَبرہہ نے جواب سلام دیا اور چہرۂ مبارک کی طرف دیکھنے لگا کہ آپ کا حسن و جمال اور ہیبت و شمائل دیکھنے کی چیز تھی۔ دریافت کرنے لگا کہ آیا آپ کے

آباؤ اجداد کا حسن و جمال بھی ایسا ہی تھا؟ فرمایا کہ ہاں اے بادشاہ! میرے آباؤ اجداد میں سے ہر ایک کو ایسا ہی حسن و جمال اور ایسا ہی نورِ بے مثال عطا کیا گیا تھا۔ ابرہہ بولا کہ آپ کا فخر و شرف بجا ہے اور آپ ہی کے لئے زیبا ہے کہ آپ اپنی قوم کے سردار ہیں۔ پھر حضرت عبدالمطلب کو تخت پر اپنی برابر جگہ دی اور اپنے سب سے بڑے ہاتھی کے ہاتھی بان سے کہا کہ اُس کو ہماری حضور میں لاؤ۔ یہ ہاتھی رنگ میں سفید تھا۔ جثہ میں بہت بڑا تھا۔ اور اس کے دو بڑے بڑے دانت تھے جن کو طرح طرح کے جواہرات اور موتیوں سے سجا رکھا تھا۔ اور یہ بادشاہ اُس کی وجہ سے باشاہانِ روئے زمین کے مقابل فخر کیا کرتا تھا۔ اُس وقت مہاوت اُسے طرح طرح کی زینتوں سے مزین کر کے سامنے لایا۔ جیسے ہی وہ حضرت عبدالمطلب کے سامنے آیا اُس نے حضرت کو سجدہ کیا حالانکہ اُس نے کبھی اپنے بادشاہ کو بھی سجدہ نہیں کیا تھا۔ خدائے تعالےٰ نے اُس کی زبان کھولدی۔ وہ صاف عربی بولنے لگا۔ اُس نے حضرت عبدالمطلب کو سلام کیا۔ بادشاہ نے جو یہ حال دیکھا کانپ اُٹھا اور گمان کرنے لگا کہ ہو نہو یہ جادو ہے۔ حکم دیا کہ ہاتھی کو تو تھان پر واپس لے جاؤ اور حضرت عبدالمطلب سے مخاطب ہو کر یہ دریافت کیا کہ آپ کا تشریف لانا کیونکر ہوا؟ آپ کے فضل و کرم جود و سخا کے حالات میں پہلے سن چکا ہوں اور ہیئت و صورت اور آپ کا جلال و جمال اب میں نے دیکھ لیا۔ ان سب کا مقتضا یہ ہے کہ میں آپ کی درخواست کو نہ ٹالوں۔ جہاں تک بن پڑے اُسے پورا کروں۔ اب جو آپ کی حاجت ہو وہ مجھ سے بیان فرمائیے؟ وہ یہ خیال کرتا تھا کہ ان کی خواہش یہ ہوگی کہ میں مکہ پر حملہ نہ کروں۔ اور یونہی چلا جاؤں۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ تیرے ملازم میرا گلہ لوٹ کر لے آئے ہیں۔ اُن کو حکم دیدے کہ وہ مجھے واپس دے دیں۔ حبشی بادشاہ کو یہ سُنکر بڑا ہی غصہ آیا۔ حضرت عبدالمطلب سے کہنے لگا کہ آپ کا وقار میری نظروں سے گر گیا کہ آپ اپنے گلے کی سفارش کرنے میرے پاس آئے حالانکہ میں اُس چیز کو منہدم کرنے آیا ہوں جو آپ کے اور آپ کی قوم کے شرف کا باعث ہے اور وہی اُس عزت کا باعث ہے جس کے سبب سے آپ لوگ ہر قبیلۂ عرب سے ممتاز ہیں۔ اور وہی وہ گھر ہے کہ زمین کی ہر پستی و بلندی سے لوگ اُس کے حج کے لئے چلے آتے ہیں۔ آپ نے اُس کے بارے میں تو مجھ سے کوئی درخواست نہ کی اور درخواست کی تو اپنے گلے کے بارے میں واہ واہ! حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ جس گھر کا آپ ارادہ کر کے آئے ہیں اور جس کا گرانا آپ کے خیال میں ہے میں اُس کا مالک نہیں ہوں۔ میں تو اُس گلہ ہی کا مالک ہوں جس کو آپ کے ملازم پکڑ لائے ہیں۔ لہذا میں درخواست بھی اُسی چیز کی کر سکتا ہوں جس کا خود مالک ہوں۔ رہا اُس گھر کا مالک وہ تمام مخلوق سے اُس کو بچانے کی زیادہ قدرت بھی

رکھتا ہے اور اُس کی حمایت کا زیادہ مستحق بھی وہی ہے۔ بادشاہ نے کہا ان کا گلہ واپس دے دو۔ گلہ واپس دیدیا گیا۔ جس کو یہ لیکر مکہ میں لوٹ آئے۔ اور بادشاہ نے بھی اُن کے پیچھے ہی پیچھے مع سارے لشکر اور بڑے ہاتھی کے بیت اللہ کے منہدم کرنے کے خیال سے تعاقب کیا۔ اس بڑے ہاتھی کو جب ریلتے تھے کہ حرم میں جا گھُسے تب تو اڑیل بن جاتا تھا اور جب چھوڑتے تھے تو مُنہ پھیر کر بھاگتا تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ ذرا میرے بیٹے کو تو بُلا لاؤ! وہ حضرت عباسؓ کو بُلا لائے۔ فرمایا ان سے میرا مطلب نہیں ہے۔ میرے بیٹے کو بلاؤ۔ وہ حضرت ابوطالب کو لے آئے۔ فرمایا میں ان کو بھی نہیں چاہتا۔ میرے پیارے بیٹے کو بلاؤ۔ اُس وقت وہ حضرت عبداللہ والدِ ماجدِ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لائے جب یہ سامنے آئے۔ فرمایا پیارے بیٹے! جاؤ۔ کوہِ ابوقبیس پر چڑھ جاؤ۔ سمندر کی طرف نظر دوڑاؤ اور دیکھو کہ اُدھر سے کوئی چیز آ رہی ہے تو اُس کی مجھے خبر پہنچاؤ۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس حکم کی تعمیل میں حضرت عبداللہ کوہِ ابوقبیس پر جا چڑھے۔ زیادہ دیر نہ لگی تھی۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ابابیلوں کے جھلڑ کے جھلڑ اس طرح چڑھے چلے آ رہے ہیں جیسے بلندی کی طرف سے پانی کی رَو آیا کرتی ہے) اور رات کی اندھیری آتی معلوم ہوا کرتی ہے۔ پہلے تو یہ کوہِ ابوقبیس پر آ کر چھا گئے۔ پھر بیت اللہ کی طرف بڑھے۔ سات مرتبہ اُس کا طواف کیا۔ پس صفا ومروہ کی طرف گئے اور سات ہی مرتبہ اُن کا طواف کیا۔ اس اثناء میں حضرت عبداللہ اپنے والدِ ماجد کی خدمت میں پہنچ گئے اور اُن کو اطلاع دے دی۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا! دیکھتے رہو۔ اس معاملہ کی انتہا کیا ہوتی ہے۔ پھر مجھے اس کی بھی اطلاع دینا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ دیکھتے رہے کہ ابابیلوں نے دیکا یک حبشہ کے لشکر کو گھیر لیا۔ اُس وقت حضرت عبدالمطلب کو خبر کی۔ حضرت عبدالمطلب یہ کہتے ہوئے برآمد ہوئے کہ اے اہلِ مکہ! اب لشکر کی طرف جاؤ اور اُن کا مالِ غنیمت سب لوٹ لو۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ سب لشکر کی طرف گئے تو اہلِ لشکر کو گھُنی ہوئی لکڑی کے مانند پایا۔ ہر پرندہ کے ساتھ تین تین کنکریاں تھیں۔ ایک ایک تو چونچ میں اور دو دو دونوں پنجوں میں اور ایک ایک کنکری سے ایک ایک ملعون کو ہلاک کر دیا۔ جب سب کا خاتمہ کر چکے تو وہ سب پرندے وہاں سے چلدیئے۔ نہ اس سے پہلے اُن کو کسی نے دیکھا تھا نہ بعد میں دکھائی دئے۔ جب اس سارے لشکر کا خاتمہ ہو گیا تو حضرت عبدالمطلب بیت اللہ میں آئے اور اس کا پردہ پکڑ کر یہ شعر فرمائے۔

یَا حَابِسَ الْفِیْلِ بِذِی الْمُغَمَّسِ   حَبَسْتَہٗ کَاَنَّہٗ مُکَرْکَسُ
فِیْ مَجْلِسٍ تَزْھَقُ فِیْہِ الْاَنْفُسُ

اے ہاتھیوں کو روکنے والے! جو لشکر کثیر کے ساتھ تھے تو نے اُن کو قیدی اونٹوں کی طرح سے ایسے موقع پر کہ جانیں نکلی جا رہی تھیں روک دیا)

اور جب بیت اللہ سے لوٹنے لگے تو قریش کے بھاگ جانے اور حبشہ والوں سے ڈر جانے کے بارے میں یہ شعر فرمائے۔

طَارَتْ قُرَيْشٌ اِذْ رَاَتْ خَمِيْسًا ۔۔۔ فَظَلْتُ فَرْدًا اَلَا اَرَاى اَنِيْسًا

وَلَا اُحِسُّ مِنْهُمْ حَسِيْسًا ۔۔۔ اِلَّا اَخًا لِّيْ مَاجِدًا نَّفِيْسًا

مُسَوَّدًا فِيْ اَهْلِهٖ رَئِيْسًا

{جس وقت قریش نے ایک بڑے لشکر کو دیکھا تو بھاگ گئے اور میں اس طرح اکیلا رہ گیا کہ کوئی مددگار نہیں دیکھتا تھا۔ نہ اُن قریش کی آہٹ ہی معلوم ہوتی تھی۔ لیکن ہاں ایک میرا بھائی جو بزرگ اور خوش خو اور اپنے گروہ میں سردار و رئیس ہے (صرف وہ باقی تھا)}

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۹۶۳

کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اَلْمَاعُوْنَ سے مراد وہ قرض بھی ہے جو تم لوگوں کو دیتے رہتے ہو اور وہ نیکی بھی ہے جو اوروں کے ساتھ کرتے رہتے ہو۔ اور اسباب خانہ داری بھی ہے جو مستعار دے دیا کرتے ہو اور زکوٰۃ بھی اَلْمَاعُوْنَ میں داخل ہے کسی نے عرض کی کہ ہمارے پڑوسی ایسے بے احتیاط ہیں کہ جب ہم اُن کو برتنے کی چیزیں مستعار دیتے ہیں تو وہ اُن کو توڑ پھوڑ دیتے ہیں۔ پھاڑ چیر ڈالتے ہیں اور طرح طرح سے خراب کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں اگر ہم اُن کو نہ دیں تو ہم پر کوئی الزام تو نہیں؟ فرمایا جب یہ حالت ہے تو ایسوں کو نہ دینے میں تم پر کچھ بھی الزام نہیں ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۶۳

امالی میں حضرت عبداللہؓ ابن عباس سے مروی ہے کہ جب سورت اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ نازل ہوئی تو جناب امیر علیہ السّلام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! یہ کوثر کیا چیز ہے؟ فرمایا کوثر ایک نہر ہے جس کی وجہ سے خدائے تعالیٰ نے مجھے بزرگی بخشی ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ! اس نہر شریف کے اوصاف بیان کیجئے؟ فرمایا کہ اے علیؑ! کوثر ایک نہر ہے جو عرش کے نیچے سے جاری ہوئی ہے۔ پانی اُس کا دودھ سے زیادہ سفید۔ شہد سے زیادہ شیریں۔ مسکہ سے زیادہ نرم ہے۔ سنگریزے اُس کے زبرجد و یاقوت و مرجان ہیں۔ گھاس اُس کی زعفران ہے مٹی اُس کی مشک اذفر ہے۔ چشمے اُس کے عرش خدا کے نیچے ہیں۔ پھر میرے پہلو پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اے علیؑ وہ نہر میرے لئے اور تمہارے لئے اور تمہارے اُن دوستوں کے لئے

ہے جو میرے بعد بھی تم سے محبت رکھیں گے۔
تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوا تو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوثر کے متعلق سوال کیا گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ وہ ایک نہر ہے جس میں خیر کثیر کا پروردگار عالم نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ وہ میرا حوض ہے۔ اُس پر قیامت کے دن میری تمام اُمّت وارد ہوگی۔ ستارہائے آسمانی کے ہم عدد اُس پر پیالے رکھے ہوئے ہوں گے۔ میری اُمّت کا ایک بہت بڑا گروہ اُس کے کنارے سے ہٹا دیا جائیگا۔ میں عرض کروں گا کہ اے میرے پروردگار! یہ تو میری اُمّت میں سے ہیں۔ ارشاد ہوگا کہ اے رسولؐ! تم کو خبر نہیں ہے کہ ان لوگوں نے تمہارے بعد کیسے کیسے حادثے برپا کئے ہیں۔
الخصال میں ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا (روزِ قیامت) میں جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حوضِ کوثر پر ہونگا اور میری عترت میرے ساتھ ہوگی۔ پس جو کوئی ہمارے ساتھ رہنا چاہے اُس کو لازم ہے کہ ہماری بات مانے اور ہمارے عمل کے موافق عمل کرے۔ کیونکہ ہر گروہ کا ایک سردار ہوتا ہے اور ہمارا بھی ایک سردار ہوگا۔ ہمیں شفاعت کرنے کا حق دیا ہے اور ہمارے دوستوں کو بھی شفاعت کرنے کا حق دیا ہے۔ تم سب کو چاہیئے کہ ہمارے ساتھ حوضِ کوثر پر ہونے کی خواہش کرو۔ اِس لئے کہ ہم اُس کے کنارے سے اپنے دشمنوں کو ہٹا دیں گے اور اپنے محبوں اور دوستوں کو اُس کا پانی پلائیں گے۔ جو کوئی ایک دفعہ بھی اُس کا پانی پی لیگا وہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اُس نہر کی دو شاخیں ہیں جو جنّت سے نکلی ہیں۔ ایک تو تسنیم سے نکلی ہے۔ دوسری مُعین سے۔ اُس کے کنارے پر زعفران ہے اور سنگریزے اُس کے موتی ہیں۔ اُسی کا نام کوثر ہے۔
حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے خدائے تعالےٰ نے پانچ چیزیں عطا فرمائی ہیں اور پانچ ہی علیؑ ابن ابی طالب کو عنایت کی ہیں۔ خدائے تعالےٰ نے مجھ کو جوامع الکلم (قرآن مجید) عطا کیا ہے اور علیؑ کو جوامع العلم دیا ہے۔ مجھے نبی مقرر کیا ہے تو علیؑ کو میرا وصی۔ مجھے کوثر مرحمت فرمایا ہے تو علیؑ کو سلسبیل۔ مجھے وحی عطا فرمائی ہے تو علیؑ کو الہام۔ مجھے شبِ معراج آسمان پر بُلایا تو علیؑ کے لئے آسمان کے دروازے کھول دئے۔ اور حجاب اُٹھا دئے تا کہ میں اُن کی جانب دیکھوں اور وہ میری طرف دیکھیں یہ فرما کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رونے لگے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر نثار ہو جائیں۔ اِس وقت رونے کا سبب کیا ہوا؟ فرمایا اے ابن عباسؓ! (عرشِ بریں پر) سب سے پہلے مجھے یہ حکم ہوا کہ اپنے نیچے کی سمت نظر کرو

جونہی نظر کی تو دیکھا کہ پردے ہٹا دئے گئے ہیں اور آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اور علی بن ابیطالب علیہ السّلام سر اُٹھائے ہوئے میری جانب دیکھ رہے ہیں۔ پس علیؑ نے بھی مجھ سے کلام کیا اور میرے پروردگار نے بھی مجھ سے کلام کیا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! خدائے تعالےٰ نے آپ سے کیا فرمایا تھا؟ جواب دیا کہ خدائے تعالےٰ نے فرمایا کہ اے محمد! (صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم) میں نے علیؑ کو تمہارا وصی اور وزیر اور تمہارے بعد خلیفہ قرار دے دیا۔ یہ خوشخبری علیؑ کو دے دو۔ کہ وہ تمہاری باتیں سُن رہے ہیں۔ پس میں نے علیؑ کو خبر دے دی حالانکہ میں اپنے پروردگار (کے حجاب قدرت) کے پاس تھا۔ علیؑ نے جواب دیا کہ یا رسولؐ اللہ! میں نے قبول کیا اور میں آپ کا فرمانبردار ہوں۔ پس خدائے تعالےٰ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ تم سب کے سب علیؑ پر سلام کرو۔ اُن سب نے سلام کیا اور علیؑ نے اُن سب کو جواب سلام دیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ فرشتے آپس میں اس کی بابت ایک دوسرے کو بشارت و مبارکباد دے رہے ہیں۔ اور جس کسی فرشتہ کی طرف سے میرا گزر ہوتا تھا وہی مجھ کو مبارکباد دیتا تھا۔ اور وہ فرشتے کہتے تھے کہ یا رسولؐ اللہ! قسم ہے خدا کی جس نے آپ کو مبعوث بہ رسالت کیا۔ اس بات کی ہم گروہ ملائکہ کو بیحد خوشی ہے کہ آپ کے چچازاد بھائی کو خدائے تعالےٰ نے آپ کا خلیفہ قرار دیا۔ اور میں نے حاملان عرش کو دیکھا کہ وہ زمین کی طرف سر جھکائے ہوئے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ اے جبرئیلؑ! حاملانِ عرش کے سر جھکانے کا سبب کیا ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ! کوئی فرشتہ ایسا نہیں ہے جس نے خوش ہو کے چہرۂ علی بن ابیطالب علیہ السّلام کی طرف نظر نہ کی ہو۔ مگر حاملانِ عرش نے ابھی ابھی خدائے تعالےٰ سے اجازت حاصل کی ہے اب وہ علیؑ بن ابی طالب کی طرف نظر کر رہے ہیں۔ (اے ابن عباسؓ) جب میں زمین پر آیا تو میں ان واقعات کی اطلاع علی بن ابی طالب علیہ السّلام کو دیتا تھا اور وہ سب باتوں کی خبر مجھے سُناتے تھے جس سے میں نے معلوم کر لیا کہ کوئی مقام ایسا نہیں رہا جہاں میں نے قدم رکھا ہو اور علیؑ پر وہ نہ کھل گیا ہو۔ یعنی اُنھوں نے اُسے آنکھوں نہ دیکھ لیا ہو۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! مجھے کوئی نصیحت کیجئے؟ فرمایا کہ اے ابنِ عباسؓ! تم پر علیؑ بن ابیطالب کی مودّت واجب ہے۔ قسم ہے خدا کی جس نے مجھے برحق رسول بنا کر بھیجا ہے ہر شخص کی کوئی نیکی اُس وقت قبول نہ ہوگی جب تک کہ اُس سے محبّت علیؑ بن ابیطالب کا سوال نہ کر لیا جائیگا۔ حالانکہ خدائے تعالےٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ پس اگر بندہ علیؑ کی ولایت لیکر آئے گا تو تو اُس کا عمل جیسا کچھ بھی ہوگا قبول ہو جائے گا۔ اور اگر اُن کی ولایت لیکر نہیں آیا تو اور کوئی عمل پوچھا بھی نہ جائے گا۔ اور یہ حکم ہو جائے گا کہ اسے سیدھا جہنم میں پہنچا دو۔ اے

ابن عباسؓ! اُسی کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا ہے۔ دوزخ کی آگ بہ نسبت اُن لوگوں کے کہ جو خدا کے لئے بیٹا قرار دیتے ہیں اُن لوگوں پر زیادہ غضبناک ہوگی جو علیؑ سے دشمنی رکھتے ہوں گے۔ اے ابن عباسؓ! اگر تمام ملائکہ اور سارے انبیاء (بفرضِ محال) علیؑ کی عداوت پر متفق ہو جائیں تو اللہ تعالےٰ ضرور اُن کو دوزخ کے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ مگر وہ لوگ علیؑ سے ہرگز دشمنی نہ کریں گے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا ایسا بھی کوئی ہوگا جو علیؑ سے عداوت رکھے گا؟ فرمایا ہاں! اے ابنِ عباسؓ! بہت سے لوگ ہوں گے جو میری اُمت میں ہونے کا دعوٰے کریں گے مگر اسلام سے اُن کو کچھ بھی تعلق نہ ہوگا۔ اے ابن عباسؓ! اُن کی علامت ایک یہ بھی ہے کہ وہ علیؑ پر ایسے شخص کو فضیلت دیں گے جو اُن سے کہیں پست درجہ ہوگا۔ اُسی کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنا کر بھیجا ہے۔ خدائے تعالےٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جو اُس کی نظر میں مجھ سے زیادہ معزز ہو۔ نہ کوئی وصی ایسا بھیجا جس کی عزت اُس کے نزدیک میرے وصی سے زیادہ ہو۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت اور حکم کے بموجب علی بن ابیطالب علیہ السلام سے محبت کرتا رہا اور یہ کہ میرے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی عمل ہی نہ تھا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کو مدتیں گزر گئیں اور جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت وفات قریب آگیا۔ ایک دن میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور کے قدموں پر فدا ہو جائیں۔ آپ کی رحلت کا زمانہ بہت نزدیک رہ گیا ہے۔ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا اے ابنِ عباسؓ! علیؑ ابن ابی طالب کے مخالفوں کی تم مخالفت کرنا اور ہرگز علیؑ کے مخالفوں کی مدد اور نصرت نہ کرنا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! لوگوں کو آپ کیوں نہیں حکم دے دیتے کہ علیؑ کی مخالفت نہ کریں؟ یہ سُنکر آنحضرت اتنا روئے اتنا روئے کہ غش کر گئے۔ جب افاقہ ہوا تو فرمایا اے ابنِ عباسؓ! علمِ خدا میں یہ پہلے ہی گزر چکا ہے۔ خدا کی قسم علیؑ ابن ابیطالب کا کوئی مخالف اور منکر دنیا سے نہ اُٹھیگا مگر یہ کہ خدائے تعالےٰ اُس کی نعمتوں کو متغیر کر دیگا۔ اے ابنِ عباسؓ! اگر تم خدا سے ایسے حال میں ملاقات کرنی چاہتے ہو کہ وہ تم سے راضی ہو تو تم علیؑ بن ابی طالب کی راہ پر چلتے رہنا۔ اور جس طرف کو تم اُن کا میلان دیکھو اُسی طرف تم بھی مائل ہو جانا۔ اور اپنی اولاد کو اُن کی امامت کی وصیت کرتے جانا اور اُن کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا اور اُن کے دوستوں کے دوست بننا۔ اے ابنِ عباسؓ! تم ہمیشہ اس بات سے ڈرتے رہنا کہ کہیں علیؑ کی طرف سے تمہارے دل میں کوئی مخالف بات آجائے۔ کیونکہ علیؑ کے بارے میں شک کرنا خدائے تعالےٰ کی جناب میں کفر کرنے کے برابر ہے۔

جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام نے بروایت اپنے پدرِ بزرگوار اور جدِّ نامدار کے جنابِ امیر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا اُعطِیتُ جَوَامِعَ الکَلِمِ (مجھے جوامع الکلم عطا ہُوا ہے) عطاء بن سائب نے عرض کی یابن رسول اللہ! جوامع الکلم کیا چیز ہے؟ فرمایا قرآنِ مجید۔

عکرمہ سے بروایتِ ابنِ عباسؓ اِنَّآ اَعطَینٰکَ الکَوثَرَ کی تفسیر میں مروی ہے کہ کوثر ایک نہر ہے جس کی گہرائی ستّر ہزار فرسخ ہے۔ پانی اُس کا دُودھ سے زیادہ سفید۔ شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ دونوں کنارے اُس کے موتی اور یاقوت اور زبرجد کے ہیں۔ خدائے منّان نے اپنے پیغمبرِ آخرالزّمان اور اُن کے اہلبیت علیہم السّلام کو خاص طور سے عطا فرمائی ہے۔ اور انبیاء کا اُس میں کوئی اختیار نہیں۔

انسؔ بن مالک سے مروی ہے کہ جنابِ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ جب میں شبِ معراج ساتویں آسمان پر پہنچا تو جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا یا رسولؐ اللہ! آپ آگے جائیے اور جبرئیلؑ نے مجھے کوثر دکھا کے بیان کیا کہ یا رسولؐ اللہ! یہ کوثر صرف آپ ہی کا حق ہے اس میں اَور نبیوں کا کوئی اختیار نہیں۔ پس میں نے اُس کے کنارے بہت سے مکان موتی کے اور یاقوت کے اور جواہرات کے دیکھے۔ جبرئیلؑ نے مجھے بتلایا کہ یہ آپ کے اور آپ کے وزیر و وصی علیؑ بن ابیطالب کے اور اُن کی ذرّیّتِ طاہرہ کے مکانات ہیں۔ میں نے اُس نہر کی مٹی ہاتھ میں لے کر سُونگھی تو وہ مشک تھی۔ اور اُس کے کنارے میں نے مکانات دیکھے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنائے گئے ہیں۔

جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ایک روز جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نمازِ صبح ادا کرنے کے بعد جناب امیر علیہ السّلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا یا علیؑ! یہ نور کیسا ہے جو تم پر چھایا ہُوا ہے؟ عرض کی یا رسُول اللہ! آج شب کو مجھے جنابت عارض ہوئی۔ پس میں اِس جنگل میں پانی کی تلاش کو گیا مگر کہیں نہ ملا۔ جب میں واپس آیا تو ایک منادی نے مجھے آواز دی۔ یا امیر المؤمنین! اب جو میں نے پلٹ کے دیکھا تو ایک شخص کو پایا کہ ایک لوٹا اور ایک سونے کا طاس پانی سے بھرا ہُوا لئے ہوئے تھا۔ اُس سے میں نے غسل کیا۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا وہ آواز دینے والے جبرئیلؑ تھے اور وہ پانی ایک نہر کا تھا جس کا نام کوثر ہے۔ اُس کے کنارے بارہ ہزار درخت ہیں۔ ہر درخت میں تین سو ساٹھ گدّے ہیں۔ جب اہلِ جنّت کا دل بہلانے کو جی چاہیگا تو ایک ہوا چلا کرے گی تو اُن میں سے کوئی درخت اور کوئی گدّا ایسا نہیں رہیگا جس سے طرح طرح کی آوازیں پیدا نہ ہوں کہ ایک سے دوسری

بڑھ چڑھ کر ہوگی۔ اور اگر خدائے تعالےٰ نے یہ طے نہ فرما دیا ہوتا کہ اہل جنت مرینگے نہیں تو اُن آوازوں کے لطف سے وہ ایسے مست ہو جاتے کہ مارے خوشی کے اُن کی جان نکل جاتی۔ یہ نہر جنتِ عدن میں ہے اور میرے لئے اور تمہارے لئے اور فاطمہؑ اور حسنینؑ کے لئے (خدائے تعالےٰ نے پیدا کی) ہے کسی اور کا اس میں بالکل حصہ نہیں ہے۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر وعمر سے فرمایا کہ تم دونوں علیؑ بن ابی طالب کی خدمت میں جاؤ تاکہ وہ شب کا واقعہ تم سے بیان کریں اور میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے آتا ہوں۔ پس وہ دونوں دولتسرائے مرتضوی پر حاضر ہوئے اور اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی۔ امیر المؤمنین علیہ السلام خود باہر آ گئے۔ اور فرمایا کیا کوئی حادثہ برپا ہوگیا ہے؟ ہم نے عرض کی نہیں تو بلکہ ہمیں جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ نے حکم دیا ہے کہ علیؑ کے پاس جاؤ تاکہ وہ تم سے شب کا قصہ بیان کریں۔ (ہم لوگ یہ عرض ہی کر رہے تھے کہ) اتنے میں جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ اور ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ! رات کی سرگذشت ان دونوں کو سُنا دو۔ عرض کی یا رسولؐ اللہ! مجھے تو شرم آتی ہے۔ فرمایا بیان بھی کرو۔ حق بیان کرنے سے تو خدا بھی نہیں شرماتا۔ اُس وقت علی مرتضےٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ شب گذشتہ میں نے طہارت وغسل کے لئے پانی تلاش کیا مگر نہ ملا۔ صبح نمودار ہو چکی تھی۔ مجھے خوف ہوا کہ میری نماز قضا نہ ہو جائے۔ پس میں نے ایک طرف حسنؑ کو اور دوسری طرف حسینؑ کو پانی کی تلاش میں روانہ کیا۔ ان دونوں کی واپسی میں دیر ہوئی۔ جس سے میرے دل کا رنج اور بڑھ گیا۔ میں اُسی بےچینی میں تھا کہ یکایک مکان کی چھت شگافتہ ہوگئی اور ایک طاس رومال سے ڈھکا ہوا اُترنا شروع ہوا۔ جب وہ زمین پر آ گیا میں نے اُس پر سے رومال ہٹایا تو دیکھتا کیا ہوں کہ اُس میں پانی ہے۔ اُس سے میں نے طہارت بھی کی اور غسل بھی کر لیا اور نمازِ صبح ادا کی۔ پھر وہ طاس اور رومال اُٹھ گیا اور چھت برابر ہوگئی۔ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے اور اُن دونوں سے فرمایا کہ وہ طاس جنت کا تھا۔ وہ پانی کوثر کا اور وہ رومال بہشتی استبرق کا تھا۔ اے علیؑ! تمہاری مانند کون ہے کہ اس شب میں جبرئیلؑ نے تمہاری خدمت کی۔

احتجاج میں علامہ طبرسی علیہ الرحمہ نے وہ حدیث لکھی ہے جو جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہود کے ساتھ گزری۔ اس میں یہ بھی ہے کہ یہود نے کہا کہ حضرت نوحؑ آپ سے افضل ہیں۔ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کیوں؟ یہود نے جواب دیا۔ اس لئے کہ وہ کشتی پر سوار ہوئے۔ وہ کشتی (طوفان سے محفوظ رہی اور) کوہِ جودی پہ جا کر ٹھہری۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اُس کشتی سے افضل اور بہتر چیز خدا تعالے نے دی ہے۔ یہود نے عرض کی وہ کیا ہے؟ فرمایا خدائے تعالے نے جنت میں مجھے ایک نہر عطا فرمائی ہے جو عرش کے نیچے سے جاری ہوئی ہے۔ اُس کے کنارہ پر لاکھوں قصر ہیں۔ جو سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنائے گئے ہیں۔ اُس نہر کی گھانس زعفران ہے سنگریزے اُس کے موتی اور یاقوت ہیں۔ زمین اُس کی سفید مُشک کی ہے۔ یہ میرے لئے اور میری اُمت کے لئے (کشتی نوحؑ سے) کہیں بہتر ہے۔ قولِ باری تعالے اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ کا یہی مطلب ہے۔ یہود نے عرض کی اے محمد! (صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم) آپ نے سچ فرمایا۔ توریت میں یونہی لکھا ہے کہ یہ نہر کوثر کشتی نوحؑ سے کہیں بہتر ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۹۶۲

امالی میں بروایتِ جناب امیر علیہ السّلام اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے کہ جب آیت فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ نازل ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دریافت کیا کہ اے جبرئیلِ امین! یہ کونسی قربانی ہے؟ جس کا میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا؟ جبرئیلؑ نے عرض کی کہ یا رسولَ اللہ! یہ کوئی قربانی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ہے نماز میں ہاتھوں کا (کانوں تک) اُٹھانا۔ احتجاج طبرسی میں اتنا اور زیادہ ہے کہ جبرئیلِ امین نے یہ عرض کی کہ خدائے تعالے آپ کو حکم دیتا ہے کہ جب آپ نماز کے لئے تکبیرۃ الاحرام کہیں تب بھی اپنے دونوں ہاتھ بلند کریں۔ اور جس وقت مابین نماز لفظِ اللہ اکبر زبان پر جاری کریں اور جب رکوع کریں اور جب رکوع سے سر اُٹھائیں اور جب سجدہ کریں تو ہر موقع پر رفع یدین کیا کریں اس لئے کہ ہماری نماز اور ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کی نماز ایسی صورت کی ہوتی ہے۔ اور یا رسول اللہ! (صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم) ہر چیز کے لئے ایک زینت ہوتی ہے۔ نماز کی زینت یہی ہے کہ ہر تکبیر کے ساتھ ہاتھ اُٹھائے جائیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۹۶۳

اور بعض نے آیہ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ کے مکرر ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ پہلی آیت میں (صیغۂ اسم فاعل) عَابِدُوْنَ فعلِ مستقبل کے معنی میں ہے کیونکہ لائے نفی (بنا بر وضع) فعل مستقبل پر داخل ہوتا ہے اور دوسری آیت میں عَابِدُوْنَ فعل حال یا فعل ماضی کے معنی میں ہے (اور لائے نفی کثرتِ استعمال کی وجہ سے اُس پر لایا گیا ہے)

قولِ مترجم۔ اس آیت کے مکرر لانے سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوگیا کہ قریش کے قول اور استدعا کا رد تینوں زمانوں کے متعلق ہوگیا۔ زمانۂ مستقبل کی بابت تو پہلی آیت سے اور ماضی اور حال کی بابت دوسری آیت سے۔ مطلب یہ ہُوا کہ تم لوگ نہ تو زمانۂ ماضی میں اُس کی

عبادت کرتے تھے جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور نہ زمانہ حال میں عبادت کرتے ہو اور نہ بعد میں عبادت کرو گے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۹۶۴

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! وہ فتنہ کونسا ہے جس میں خدا نے ہم پر جہاد واجب کیا ہے؟ فرمایا وہ فتنہ اُس قوم کا ہوگا جو لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ تو کہتی ہوگی۔ وحدانیتِ خدا اور میری رسالت کی بھی گواہی دیتی ہوگی۔ حالانکہ وہ لوگ میری شریعت کے مخالف ہوں گے اور میرے دین میں زبانِ طعن دراز کرتے ہوں گے۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! پھر کس سبب سے میں اُن لوگوں کو قتل کروں گا جبکہ وہ توحید کے قائل ہوں گے اور آپ کی رسالت کی گواہی دیتے ہونگے؟ فرمایا اس لئے کہ وہ لوگ دین میں احداث کریں گے اور میرے حکم کے مخالف ہونگے اور میری عترت کی خونریزی کو حلال سمجھیں گے۔ عرض کی یا رسول اللہ! حضور نے مجھے شہادت کی خوشخبری دی ہے تو اب خدا سے دعا بھی کیجئے کہ جلد مجھے اس درجہ پر فائز فرمائے۔ آنحضرتؐ نے میرے سر اور ڈاڑھی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اے علیؑ! وعدہ تو میں نے کیا ہے مگر اُس وقت جبکہ اس (سر) کے خون سے یہ (ڈاڑھی) رنگین ہوگی تمہارا صبر کیسا ہوگا؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! جبکہ شہادت میرے لئے مقرر ہو چکی ہے تو یہ موقع صبر ہی کا نہیں بلکہ خوش ہونے اور شکرِ خدا بجا لانے کا ہے۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ اے علیؑ! اب تم مخاصمت کے لئے تیار رہو کہ میرے بعد میری اُمت کے لوگ تم سے جھگڑا کریں گے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ایسی راہ بتایئے کہ مجھے کامیابی حاصل ہو۔ فرمایا جب تم اپنی قوم کو دیکھو کہ ہدایت سے ہٹکر گمراہی میں جا پڑی تو تم اُن سے جھگڑا کرنا اس لئے کہ ہدایت خدا کی طرف سے ہے اور ضلالت و گمراہی شیطان کی جانب سے۔ اے علیؑ! امرِ خدا کی اطاعت کا نام ہدایت ہے خواہشِ نفسانی اور اپنی رائے کی پیروی کرنا ضلالت ہے۔ اے علیؑ! گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایسی قوم میں پھنس گئے ہو کہ جو قرآن مجید کے معنے تو اپنے مطلب کے موافق نکالتے ہیں اور محکم کو چھوڑ کر متشابہات پر عمل کرتے ہیں۔ نبیذ کے ذریعے سے شراب کو حلال قرار دیتے ہیں جو کسی قسم کا نقصان ہو جائے تو اُسے زکوٰۃ میں شمار کر لیتے ہیں۔ اور رشوت وغیرہ کا نام ہدیہ رکھتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! جب وہ لوگ ایسے ایسے افعال کے مرتکب ہونگے تو آیا اہلِ فتنہ ہوں گے یا مرتد ہو جائیں گے؟ فرمایا وہ اہلِ فتنہ ہونگے۔ اور برابر سرگردان رہیں گے یہاں تک کہ (سلطانِ) عادل اُنہیں مغلوب کرے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ عادل ہم میں سے ہوگا یا کسی دوسرے خاندان میں سے؟ فرمایا ہم میں سے ہوگا۔ ہم ہی سے خدا تعالےٰ

نے ابتدا کی اور ہم ہی پر ختم کرے گا۔ ہمارے ہی ذریعے سے خدائے تعالے نے شرک (کا تسلط) دُور ہو جانے کے بعد لوگوں کے دلوں میں الفت پیدا کی تھی اور ہمارے ہی سبب سے اس فتنہ کے دُور ہو جانے کے بعد بھی دلوں میں الفت پیدا کریگا۔ میں نے عرض کی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی مَا وَهَبَ لَنَا مِنْ فَضْلِهٖ (خدا ہی کے لئے حمد و تعریف زیبا ہے کہ اُس نے اپنے فضل سے ہم کو ایسا کچھ عطا فرمایا)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۶۴

تفسیر برہان میں جتنی مختلف روایتیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی دعوت اوّل و دوم کے متعلق درج ہیں اُن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے جدِّ امجد حضرت عبدالمطلب کی اولاد کو دوبار جمع فرمایا اور اُن کو کھلا پلا کر سیر و سیراب فرما کر اس طرح مخاطب کیا کہ اے اولادِ عبدالمطلب! تم میری اطاعت کرو کہ تم زمین کے بادشاہ اور حاکم ہو جاؤ گے اور اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا کہ ایک شخص کو اُس کا وصی اور وزیر اور بھائی نہ مقرر کیا ہو پس تم میں سے میرا بھائی میرا وزیر۔ میرا وصی۔ میرا وارث اور میرے قرض کا ادا کرنے والا کون ہونا چاہتا ہے؟ سب خاموش رہے۔ صرف جناب علیؑ مرتضےٰ علیہ السّلام نے جو سب سے کم سن تھے اپنی مستعدی ظاہر کی۔ تین مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خلافت کے سامنے پیش کی مگر جناب امیر علیہ السّلام ہر دفعہ آمادۂ نصرت ہوئے۔ بارِ آخر جنابِ رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پاس بلا کر چھاتی سے لگا کر یا گردن پر ہاتھ رکھ کر یہ ارشاد فرمایا کہ یہ دیکھو میرا بھائی ہے۔ میرا وصی ہے اور یہ تم لوگوں میں میرا خلیفہ ہے۔ پس اس کی بات سُنو اور مانو۔ کسی شخص نے جناب امیرؑ سے کہا تھا کیا وجہ ہے کہ آپ تو چچا زاد بھائی کے وارث ہو گئے اور چچا رہ گئے! تو ان حضرتؑ نے حدیثِ دعوت کا ذکر فرمایا ارشاد کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی بات کا جواب دینے ایک بھی نہیں اُٹھا۔ صرف میں اُٹھا جو سب میں چھوٹا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا کہ ہر دفعہ مجھے بیٹھنے کا حکم دے دیتے تھے۔ تا آنکہ آخری مرتبہ میرے ہاتھ پر ہاتھ مار کر معاہدہ واثق فرما دیا۔ یہ وجہ ہے کہ میں اپنے ابنِ عم کا وارث ہوا ہوں اور اُن کے چچا نہیں ہوئے۔

کافی میں ہے کہ جب قریش نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قتل کا ارادہ کیا تو اُنھوں نے کہا کہ ابولہب کے بارے میں کیا کریں؟ اُمّ جمیل اُس کی زوجہ نے کہا کہ اُس کے لئے میں کافی ہوں۔ اُس سے میں کہہ دوں گی کہ آج تو مجھے یہی پسند ہے کہ تم گھر بیٹھے شراب پیتے رہو۔ جب دوسرا دن ہوا اور مشرکین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قتل کے درپے

ہوئے۔ تو ابولہب اور اُس کی زوجہ اُمّ جمیل شراب ہی پیا کئے۔ حضرت ابوطالب نے جناب علی مرتضےٰ علیہ السّلام کو بُلا کر فرمایا کہ بیٹا! تم اپنے چچا ابولہب کے پاس تو جاؤ اور اُن کا دروازہ کھٹکھٹاؤ۔ اگر وہ کھول دیں تو اندر چلے جانا اور اگر نہ کھولیں تو اُن کے دروازہ پر حملہ کر کے توڑ دینا اور اندر جاکر یہ کہنا کہ کسی شخص کا چچا اُس کی قوم میں ذلیل نہیں ہوسکتا۔ جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السّلام نے تعمیلِ حکم کی۔ جب ابولہب نے حضرتؑ کو دیکھا تو پوچھا بھتیجے! کیسے آئے؟ فرمایا کہ میرے والد ماجد نے ایسا اور ایسا فرمایا ہے۔ ابولہب نے کہا کہ تمہارے والد نے سچ فرمایا ہے بتاؤ تو معاملہ کیا ہوا؟ فرمایا تمہارے بھتیجے کے قتل کی تدبیر کی جارہی ہے اور تم بیفکری سے بیٹھے کھانے پینے میں مصروف ہو۔ یہ سُنتے ہی جھپٹ کے کھڑا ہو گیا۔ تلوار لے لی۔ اُمّ جمیل اُس سے چمٹ گئی۔ اُس نے ہاتھ اُٹھا کر اس زور سے اُس ایک کے طمانچہ مارا کہ اُس کی ایک آنکھ نکل گئی۔ اور وہ مرتے دم تک کانڑی رہی۔ اور ابولہب تلوار لئے ہوئے نکل آیا۔ قریش نے جب اُس کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھے تو دریافت کرنے لگے کہ ابولہب یہ کیا؟ کہا کہ میں تو اپنے بھتیجے کے برخلاف تم سے عہد و پیمان کر چکا ہوں اور تم ہو کہ اُس کے قتل کے درپے ہوگئے۔ لات و عزّےٰ کی قسم میں تو یہ ارادہ کر چکا تھا کہ اسلام لے آؤں۔ پھر تم دیکھتے کہ میں کیا کرتا؟ اُس وقت قریش نے عذر و معذرت کی اور یہ واپس چلا آیا۔ (اس سورہ کے نازل ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ بنی عبدالمطلب میں ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمیشہ برخلاف رہنے کے لئے کفارِ قریش کے ساتھ معاہدہ اور محالفہ کر چکا تھا)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۹۶۵

اور ارشاد فرمایا۔ قُلْ هُوَ (کہدو کہ وہ) اِس میں "ہ" تو اُس وجود کو ثابت کرتی ہے جو ثابت و قائم ہے۔ اور "و" ایسے غائب کی طرف اشارہ کرتی ہے جو نہ آنکھ سے دیکھنے کی چیز ہو اور نہ کسی اور حس سے محسوس کرنے کی۔ وہ اِن سب سے اعلےٰ اور بالا ہے۔ بلکہ بینائی کا اوراک کرنے والا اور حواس کا ایجاد کرنے والا ہے۔ پھر حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ آگے خدائے تعالےٰ کا ارشاد ہے اَللّٰهُ جس کے معنی ہیں ایسا معبود کہ مخلوق اُس کی ماہیت دریافت کرنے سے اور اُس کی کیفیت کے سمجھ لینے سے عاجز و پریشان ہے۔ اور عرب کا دستور ہے کہ جب کسی معاملے میں متحیر ہو جائیں اور عقل و علم سے اُس پر احاطہ نہ کرسکیں تو کہا کرتے ہیں اَلِہَ الرَّجُلُ (یہ شخص اس میں حیران رہ گیا) اور جب کسی ایسی چیز کی طرف متوجہ ہوں جس سے ڈرتے بھی ہوں اور بچنا بھی چاہتے ہوں تو وَلَهَ کا لفظ بولتے ہیں اور اِلٰہ کے معنی ہیں ایسا پوشیدہ جسے مخلوق کے حواس نہ پاسکیں۔ پھر فرمایا اَحَدٌ کے معنی ہیں ذاتِ یکتا۔ اور اَحَدٌ اور وَاحِدٌ کے معنی تو ایک

ہیں مگر اَحَدٌ ایسے یکتا کو کہتے ہیں جس کی نظیر ہی نہ ہو۔ اور توحید کے معنی ہیں یکتائی کا اقرار کرنا اور وَاحِدٌ ایسا منفرد و یکتا ہے کہ نہ اور کوئی چیز اُس سے نکلتی ہے اور نہ وہ کسی چیز سے متحد ہو سکتا ہے۔ اِسی سے کہنے والوں نے کہا ہے کہ عدد کی بنا تو واحد پر ہے مگر خود واحد عدد نہیں ہے۔ اِس لئے کہ لفظ عدد یعنی "گنتی" ایک کے لئے موزوں ہی نہیں ہے (یعنی ایک تو ایک ہے ہی اُس کو کوئی گننے کا کیا) بلکہ گنتی دو یا دو سے زیادہ پر راست آتی ہے۔ لہٰذا خدائے تعالےٰ کے اِس قول اَللّٰہُ اَحَدٌ کے یہ معنی ہوئے کہ وہ ایسا معبود ہے کہ جس کی ذات کے سمجھ لینے میں اور کیفیات کے احاطہ کرنے میں مخلوق متحیّر و پریشان ہے۔ وہ اپنی الہیت یعنی معبود ہونے میں یکتا ہے۔ اور اپنی مخلوق کی صفتوں سے کہیں برتر ہے۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ میرے والدِ ماجد جنابِ علی ابن الحسینؑ زین العابدین علیہ السلام نے اپنے پدرِ بزرگوار جنابِ امام حسین علیہ السلام سے روایت فرمائی ہے کہ صَمَدٌ کے معنی ہیں ایسا ٹھوس جس میں کھوکھلا پن نہ ہو۔ مراد اِس سے جسم نہیں ہے کیونکہ خدائے تعالےٰ جسم و جسمانیت سے بری ہے۔ بلکہ جیسے ٹھوس چیز میں کسی چیز کے داخل کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی اِسی طرح کنہِ ذات و صفات کے سمجھنے میں کسی کی عقل کو کوئی راہ نہیں ملتی۔ اور صَمَدٌ اُس کو بھی کہتے ہیں جس پر سرداری ختم ہو جائے۔ اُس سے بالاتر کوئی نہ ہو۔ اور صَمَدٌ وہ بھی ہے جو نہ کھائے اور نہ پیئے۔ اور صَمَدٌ وہ ہے جو سوئے بھی نہیں۔ اور صَمَدٌ ایسا ہمیشہ رہنے والا ہے جو نہ کبھی زائل ہوا اور نہ ہو۔ اور جنابِ امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ محمدؒ ابن الحنفیہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ صَمَدٌ اُس کو کہتے ہیں جو اپنی ذات سے قائم ہو اور اپنے غیر سے مستغنی۔ نیز فرماتے تھے کہ صَمَدٌ کون و فساد سے برتر ہے۔ (یعنی یہ نہیں کہ اُس کا جسم کچھ بڑھتا رہے اور کچھ گھٹتا رہے جیسے انسان کی حالت ہوتی ہے کہ غذا کے ہضم ہونے کے بعد نئے اجزاء پیدا ہوتے رہتے ہیں اور پرانے مضمحل اور مُردہ ہو کر جسم سے الگ ہوتے رہتے ہیں) اور صَمَدٌ ایسی ذات ہے جس میں تغیّرات راہ نہیں پاتے۔ پھر امامؑ نے فرمایا کہ صَمَدٌ ایسے آقا اور سردار کو بھی کہتے ہیں جس سے بالاتر نہ کوئی حکم دینے والا ہو اور نہ منع کرنے والا۔ پھر حضرتؑ فرماتے ہیں کہ جنابِ امام زین العابدین علیہ السّلام سے کسی نے اَلصَّمَدُ کے معنی دریافت کئے تو آن حضرتؑ نے فرمایا کہ اَلصَّمَدُ وہ ہے جس کا کوئی شریک نہ ہو اور نہ کسی چیز کی حفاظت اُس کو تھکائے اور نہ کوئی اُس کے احاطۂ علم سے خارج ہو۔ اِس حدیث کا راوی وہبؒ ابن وہب قرشی بیان کرتا ہے کہ حضرت زید ابنِ علیؑ نے فرمایا کہ صَمَدٌ وہ ہے کہ جس وقت وہ کسی چیز کا ارادہ کرے اور اُس کے لئے فرمائے کہ ہو تو وہ فوراً ہو جائے۔ اور صَمَدٌ وہ ہے کہ اُس نے چیزوں کی ابتداء کی۔ پھر اُن کو اِس شان سے پیدا کیا کہ ایک دُوسرے کی ضد بھی ہیں اور ایک دوسرے کی

جوڑ بھی۔ اور شکلیں مختلف بھی ہیں اور ملتی جلتی بھی اور خود اپنی ذات میں ایسا یکتا ہے کہ نہ اُس کی کوئی ضد ہے اور نہ مثل اور نہ اُس کا کوئی شریک ہے اور نہ کوئی ہمشکل۔

یہی وہب ابن وہب قرشی بروایت جناب امام جعفر صادق علیہ السلام اُن کے والدِ ماجد جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ اہلِ بصرہ نے جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عریضہ لکھ کر اَلصَّمَدُ کے معنی دریافت کئے تو اُن حضرت نے اُن کو یہ جواب لکھا:-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اما بعد قرآنِ مجید کے بارے میں بغیر علم کے نہ تو باتیں بناؤ۔ نہ غور و خوض کرو۔ نہ کسی سے لڑو جھگڑو۔ اور نہ بغیر علم کے اُس میں کلام کرو۔ کیونکہ میں نے اپنے جدِّ امجد جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جو شخص قرآن مجید کے بارے میں بغیر علم کے کچھ کہے تو اُسے لازم ہے کہ اپنا ٹھکانا جہنّم کو سمجھے اور اَلصَّمَدُ کی تفسیر تو خدائے تعالےٰ نے خود فرما دی ہے۔ جہاں یہ ارشاد فرمایا۔ اَللّٰہُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۝ وہاں تفسیراً یہ بھی فرمایا لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ ۝ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو اُس سے کوئی کثیف چیز نکلی ہے جیسے کہ بچہ ہوتا ہے اور اَور کثافتیں ہوتی ہیں جو مخلوق سے نکلتی رہتی ہیں اور نہ اُس سے کوئی لطیف چیز نکلی ہے جیسے سانس ہوتی ہے۔ اور نہ اُسے اَور چیزیں عارض ہوتی ہیں جیسے اُونگھ اور نیند اور خطرہ اور ہم و غم اور خوشی اور ہنسی اور رونا اور بیم و اُمید اور رغبت و نفرت اور بھوک اور سیری خدائے تعالےٰ اس سے برتر ہے کہ ایسی چیزیں اُس سے صادر ہوں۔ اور کوئی کثیف یا لطیف چیز اُس سے پیدا ہو۔ وَلَمْ یُوْلَدْ کا یہ مطلب ہے کہ وہ خود بھی کسی چیز سے نہیں پیدا ہوا اور نہ کسی چیز سے اس طرح نکل آیا جیسے کہ عناصر سے لطیف چیزیں نکلا کرتی ہیں۔ اور ایک چیز سے دوسری چیز اور ایک چوپایہ سے دُوسرا چوپایہ اور زمین سے نباتات اور چشموں سے پانی اور درختوں سے پھل نکلا کرتے ہیں۔ اور نہ اس طرح نکل آیا ہے جیسے کہ لطیف چیزیں اپنے اپنے مرکز سے نکلتی ہیں۔ جیسے آنکھ سے بینائی اور کان سے شنوائی اور ناک سے سُونگھنے کی قوّت اور مُنہ سے چکھنے کی قوّت۔ زبان سے کلام اور دل سے معرفت اور تمیز اور پتھر سے آگ۔ اِن میں سے کسی کی مانند نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تو ایسا صَمَدٌ ہے کہ نہ کسی چیز سے بنا۔ نہ کسی چیز میں داخل ہے۔ نہ کسی چیز پر قائم ہے۔ تمام چیزوں کا ایجاد کرنے والا اور اُن کا اپنی قدرت سے پیدا کرنے والا وہی ہے جس چیز کو فنا کرنے کے لئے پیدا کیا ہے اُس کو فنا کر دیگا اور اپنے علم سے جن چیزوں کو باقی رکھنے کے لئے پیدا کیا ہے انکو باقی رکھیگا

بس یہ اللہ وہ صَمَدٌ ہے جس کی تعریف میں آیا ہے۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ٥

وہب ابن وہب قرشی کا بیان ہے کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ فلسطین کا ایک نیابتی گروہ میرے والد ماجد جناب امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں آیا اور اُس نے بہت سے مسئلے دریافت کئے جن کا اُن حضرت نے جواب دیا۔ پھر اُن لوگوں نے اَلصَّمَدُ کی تفسیر دریافت کی تو اُن حضرت نے اُس کی تفسیر یوں فرمائی کہ اَلصَّمَدُ کے بظاہر پانچ حرف ہیں۔ از آنجملہ الف دلیل اِنیّت ہے (اِنیّت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو جتلانا کہ میں ہوں) یہ خدائے تعالےٰ کے اس قول کے مطابق ہے۔ شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (دیکھو صفحہ ۸۰ سطر ۱۱) یہ تنبیہ اور اشارہ ایسے غائب کی طرف ہے جو حواس سے محسوس نہیں ہوتا۔ دوسرا حرف لام اُس کی الہیت پر دلیل ہے۔ یعنی یہ کہ وہی اللہ ہے اور لام اور الف دونوں مدغم ہیں۔ نہ یہ دونوں زبان پر جاری ہوتے ہیں اور نہ کان ہی میں پڑتے ہیں۔ ہاں کتابت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ اُس کی الہیت ایسے پوشیدہ لطف کے ساتھ قائم ہے جو نہ حواس سے محسوس کرنے کی چیز ہے نہ کسی بیان کرنے والے کی زبان پر جاری ہوتی ہے اور نہ کسی سُننے والے کے کان میں پڑتی ہے۔ اس لئے اِلٰہٌ کی تفسیر ہی یہ ہے کہ وہ ایسی ذات ہے جس نے اپنی کیفیت اور ماہیت سمجھنے میں خواہ وہ حس کے ذریعے سے ہو یا وہم کے ذریعے سے مخلوق کو متحیر کر دیا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ کل اوہام کا موجد بھی وہی ہے اور حواس کا خالق بھی وہی ہے۔ اور لکھنے میں اس بات کی دلیل بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ خدا تعالےٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کے وقت اور اُن کی لطیف رُوحوں کو اُن کے کثیف جسموں کے ساتھ ترکیب دینے کے وقت اپنے رب ہونیکا اظہار فرما دیا۔ جب بندہ اپنے نفس کی طرف نظر ڈالے اور اپنی رُوح کو نہ دیکھے تو سمجھ لے کہ اس کی ایسی حالت ہے جیسے اَلصَّمَدُ کا لام۔ کہ وہ ظاہر نہیں کیا جاتا لہٰذا حواسِ خمسہ میں سے کسی حاسّہ میں داخل نہیں۔ ہاں کتابت کی طرف دیکھنے سے ظاہر ہو جاتا ہے جیساکہ خدا کا لطفِ خفی ظاہر ہے۔ پس جب بندہ اُس کی ماہیت اور کیفیت میں فکر کرتا ہے تو اُس کے بارے میں واللہ وہ حیران رہ جاتا ہے اور اُس کی فکر کی ایسی چیز کے ذریعے سے جو تصور میں آسکے احاطہ ہی نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ خدائے تعالےٰ تو صورت و تصور سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ جب بندہ اُس کی مخلوق کی طرف نظر کریگا تو اُس کو یہ ثابت ہوتا چلا جائیگا کہ خدائے عزّ و جلّ اُن کا خالق اور اُن کی رُوحوں کا اُن کے جسموں میں ترکیب دینے والا ہے۔ اب رہا صٓ یہ اُس کے صادق ہونے کی دلیل ہے یعنی اُس کا قول بھی صدق ہے اور اُس کا کلام بھی صدق ہے اور

اُس نے اپنے بندوں کو سچائی کے ساتھ پیروی کرنے کی دعوت دی ہے اور راستی کے گھر کا سچا سچا وعدہ فرمایا ہے۔ اب رہا امر یہ اُسکی مِلک و ملکیت کی دلیل ہے اور یہ کہ وہ بادشاہِ برحق ہے۔ نہ کبھی زائل ہُوا۔ نہ کبھی زائل ہوگا۔ نہ اُس کی سلطنت زائل ہوگی۔ رہی تو وہ اُسکی سلطنت کے دوام پر دلالت کرنیوالی ہے۔ اور اس بات پر کہ اُسکی ذات بھی دائم ہے۔ اور اِس بات سے کہیں برتر ہے کہ کون فساد اُس میں راہ پائے۔ بلکہ خدائے عزّ وجلّ تمام کائنات کی تکوین کرنیوالا ہے۔ یعنی جو ہونیوالی مخلوق ہوتی ہے اُسی کے خلق کرنے سے ہوتی ہے۔ یہانتک پہنچکر جناب امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو علم اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے اگر مجھے ایسے لوگ ملتے جو اُسکی برداشت کی قابلیت رکھتے تو میں ایک لفظ الصَّمَدُ سے توحید و اسلام و ایمان و دین و احکامِ شرعیہ کو ثابت کرکے اور پھیلا کے دکھلا دیتا اور میری یہ حالت کیوں نہو جبکہ میرے جدّ امجد جناب امیر علیہ السّلام کو اپنے علم کے حاملین نہ ملے یہانتک کہ وہ حضرت ٹھنڈی سانسیں بھرتے تھے اور منبر پر یہ فرماتے تھے کہ لوگو! قبل اس کے کہ تم مجھے گم کر بیٹھو مجھ سے پوچھ لو۔ اس لئے کہ میری پسلیوں کے مابین بڑا علم جمع ہے۔ مگر افسوس میں کسی کو اس قابل نہیں پاتا کہ اُسکی برداشت کرسکے۔ خبردار ہو جاؤ! میں تم پر خدا تعالےٰ کی طرف سے حجت بالغہ ہوں۔ تم ایسے لوگوں کے دوست نہ بنو جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا ہے اور جو آخرت کی طرف سے ایسے ہی مایوس ہوگئے ہوں جیسے کہ کافر مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے سے۔ پھر جناب امام محمد باقر علیہ السّلام نے یہ ارشاد فرمایا کہ سب تعریف اُس خدا تعالےٰ کیلئے زیبا ہے جس نے ہم پر احسان فرمایا اور ہم کو ایسی یکتا اور بے نیاز ذات کی عبادت کرنیکی توفیق عطا فرمائی جس سے نہ کوئی بیٹا پیدا ہُوا اور نہ وہ خود کسی کا بیٹا ہے۔ اور جس کا سہیم و شریک و مانند کوئی بھی نہیں اور ہم کو بتوں کی عبادت سے بچایا۔ لہٰذا اُسکے لئے حمد وافی ہے اور شکر واجب و لازم اور اُس کے قول لَمْ يَلِدْ کا یہ مطلب ہے کہ اُس کا کوئی بیٹا نہیں ہے کہ اُسکی سلطنت کا وارث ہوسکے اور وَلَمْ يُولَدْ کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا کوئی باپ نہیں ہے جو پروردگار ہونے میں اور ملک و سلطنت میں اُس کا شریک ہوتا۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ سے یہ غرض ہے کہ اُس کا ہمتا و ہمسر کوئی نہیں کہ اُسکی سلطنت میں اُس سے نزاع و فساد کرسکے۔

تفسیر قمی میں اِس سورت کے معنی میں یہ منقول ہے کہ اُسکی شانِ نزول یہ ہے کہ یہودی جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حضور میں آئے اور عرض کرنے لگے کہ آپ کے پروردگار کی نسبت کیا ہے؟ خدا تعالےٰ نے یہ سورہ نازل فرمایا۔ اِس میں اَحَدٌ کے معنی ہیں صفات میں یکتا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایسا نور ہے جس میں کوئی ظلمت نہیں اور ایسا علم ہے جس میں کوئی جہالت نہیں۔ اور الصَّمَدُ کے یہ معنی ارشاد فرمائے کہ وہ ایسی ذات ہے جس کے سمجھنے کی کوئی راہ نہیں۔ لَمْ يَلِدْ کے یہ معنی ہیں کہ ذات کے متعلق کوئی چیز حادث نہیں ہوئی۔ اور وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ کے متعلق یہ فرمایا کہ نہ اُس کا کوئی ہمسر ہے۔ نہ ہمتا۔ نہ شریک۔ نہ پشت و پناہ۔ نہ مددگار۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مکۂ معظمہ میں قریش نے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے یہ استدعا کی کہ اپنے پروردگار کی صفت ہمارے لئے بیان کیجئے تاکہ ہم اُس کو پہچان لیں اور اُس کی عبادت کریں پس خدائے تعالےٰ نے اپنے نبیؐ پر سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ نازل فرمایا۔ اَحَدٌ کے یہ معنی ہیں کہ اُسکے حصے اور اجزا نہیں ہوسکتے۔ اور نہ اُس میں کوئی کیفیت پائی جاتی ہے اور نہ اُس پر گنتی راست آسکتی ہے۔ اور نہ اُس میں کمی بیشی ہوسکتی ہے۔ پھر فرمایا اَللّٰهُ الصَّمَدُ کا مطلب یہ ہے کہ سرداری اُسی پر ختم ہے۔ اور کُل آسمانوں کے اور زمین کے رہنے والے اپنی اپنی حاجتوں کے سبب اُسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا لَمْ یَلِدْ کا یہ مطلب ہے کہ نہ تو عزیرؑ اُس سے پیدا ہوئے جیسا کہ ملعون یہودی کہتے ہیں اور نہ مسیحؑ اُس سے پیدا ہوئے جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں۔ خدا اُن پر غضب نازل کرے۔ اور نہ سورج، چاند اور ستارے اُس کی ذات سے نکلے جیسا کہ مجوسیوں کا قول ہے۔ خدا اُن پر لعنت کرے۔ اور نہ فرشتے اُس کی بیٹیاں ہیں جیسا کہ مشرکین عرب بکا کرتے تھے وَلَمْ یُوْلَدْ کا یہ مطلب ہے کہ نہ اُس کا کوئی شبیہ ہے اور نہ نظیر اور نہ برابر والا۔ اور جو کچھ اُس نے اپنے فضل سے تم کو عطا کیا ہے اُس کی مخلوق میں سے کوئی بھی ویسا نہیں دے سکتا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۹۶۵

معانی الاخبار میں منقول ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا گیا تھا کہ الفلق کیا چیز ہے، فرمایا کہ آتش جہنم میں ایک دراڑ ہے جس میں ستر ہزار میدان ہیں اور ہر میدان میں ستر ہزار مکان ہیں اور ہر مکان میں ستر ستر ہزار کالے ناگ ہیں۔ اور ہر ناگ کے اندر اتنا اتنا زہر ہے کہ ستر ستر ہزار مٹکے ایک ایک کے زہر سے بھر جائیں۔ اور تمام دوزخیوں کو جبرًا و قہرًا اس فلق پر سے گزرنا پڑیگا۔

تفسیر قمی میں ہے کہ فلق جہنم کی ایک گہراؤ ہے جس کی حرارت کی شدت سے اہل جہنم بھی پناہ مانگتے رہتے ہیں۔ اس فلق نے ایک دفعہ خدا تعالےٰ سے دم کشی کی اجازت مانگی تھی۔ اجازت ملنے پر جب دم کھینچا تو تمام جہنم بھڑک اُٹھا۔ اور اُس گہراؤ میں آگ کا ایک صندوق ہے جس کی حرارت سے اُس گہراؤ میں رہنے والے بھی پناہ مانگتے رہتے ہیں۔ اس صندوق میں چھ پہلوں میں سے ہونگے اور چھ پچھلوں میں سے۔ اوّل کے چھ یہ ہیں۔ آدمؑ کا وہ بیٹا جس نے اپنے بھائی کو سب سے پہلے قتل کیا تھا۔ نمرود جس نے ابراہیمؑ کو آگ میں ڈلوایا تھا۔ وہ فرعون جس نے موسےٰؑ سے مقابلہ کیا تھا سامری جس نے سب سے پہلے گوسالہ پرستی سکھائی تھی۔ وہ شخص جس نے یہودیوں کو یہودی بنایا (یعنی اُن سے عزیرؑ کو خدا کا بیٹا کہلوا دیا) وہ شخص جس نے نصرانیوں کو نصرانی بنا دیا (یعنی تثلیث کو اُن کے عقیدہ میں داخل کر دیا اور حضرت عیسےٰؑ کو اُن سے خدا کا بیٹا کہلوا دیا) اور پچھلوں میں سے چھ یہ ہونگے

حضرتِ اوّل. جنابِ ثانی. مسٹر ثالث. جسؒ کو نواصب نے چہارم مانا۔ اور صفین کی لڑائی کے بعد سے اپنا خلیفہ تسلیم کیا حالانکہ خود اپنے ہاں کی احادیث میں مَلِکِ عَضُوض (کٹکھنا بادشاہ) تسلیم کرتے ہیں وہ شخص جس نے گروہِ خوارج کی بُنیاد ڈالی۔ ابنِ ملجم۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۹۶۵

جنابِ امیر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اِس کام کو چلا اور زوزان کے کنوئیں میں جاکر اُتر گیا تو اُس کا پانی جادو کے سبب سے ایسا ہوگیا تھا جیسے منہدی کا پانی۔ میں نے جلدی جلدی ڈھونڈا یہانتک کہ کنوئیں کی تہ میں پہنچ گیا مگر اُسکے پالینے میں کامیاب نہیں ہوا۔ پھر جو لوگ میرے ساتھ آئے تھے اُنہوں نے کہا کہ اس میں کچھ نہیں ہے۔ اب نکلیئے اور چلیئے۔ میں نے جواب دیا کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا واللہ نہ میں نے کبھی جھوٹ بولا ہے اور نہ (معاذ اللہ) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے غلط فرمایا ہے اور قولِ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نسبت میرے نفس کی حالت تم لوگوں کے نفس کی سی نہیں ہے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے سہج سہج تلاش کیا تو ایک ڈبہ نِکالا جسے آنحضرتؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں پہنچایا۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اِسے کھولو۔ جب کھولا تو اُس میں کھجور کی چھال کا ایک ٹکڑا تھا۔ اُس کے بیچ میں ایک لمبا ریشہ تھا جس میں گیارہ گرہیں دی ہوئی تھیں۔ اور جبرئیلؑ امین یہ دونوں سورتیں یعنی مُعَوّذتَین لاچکے تھے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حکم دیا کہ یا علیؑ! تم اِن سورتوں کو اِس ریشہ پر پڑھو۔ پس جنابِ امیر علیہ السّلام نے شروع کیا۔ جیسے ہی ایک آیت پڑھتے تھے ویسے ہی ایک گرہ کھُل جاتی تھی۔ جب اِن دونوں سورتوں کے پڑھنے سے فارغ ہوئے۔ خدائے تعالےٰ نے سحر کے اثر کو دفع فرمادیا اور اپنے نبیؐ کو عافیت عطا فرمائی۔

دوسری روایت میں یوں وارد ہُوا ہے کہ جبرئیلؑ و میکائیلؑ دونوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں آئے۔ ایک تو آنحضرتؐ کے داہنی طرف بیٹھ گئے اور دوسرے بائیں طرف تو جبرئیلؑ نے میکائیلؑ سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مرض کیا ہے؟ میکائیلؑ نے جواب دیا کہ اِن پر سحر کیا گیا ہے۔ جبرئیلؑ نے دریافت کیا کہ اِن پر سحر کیا کس نے ہے؟ میکائیلؑ نے کہا کہ لُبَید ابنِ عاصم یہودی نے باقی روایت وہی ہے جو اُوپر بیان ہوئی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۹۶۵

اِس کے بعد حضرتؑ نے فرمایا کہ تو جانتا بھی ہے کہ مُعَوّذتَین کے معنی کیا ہیں اور وہ نازل کس بارے میں ہوئی ہیں۔ یہ سمجھ لے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر لبید ابنِ عاصم یہودی نے سحر کیا تھا۔ ابوبصیر نے دریافت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر بھی سحر کا اثر ہوا؟ اور ہُوا تو کس

حد تک ہوا ؟ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہاں ! ہوا اور اس حد تک ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا مباشرت فرما رہے ہیں حالانکہ درحقیقت ایسا نہ ہوتا تھا۔ نیز دروازہ کا ارادہ کرتے تو وہ نظر نہ آتا۔ تا آنکہ ہاتھ سے ٹٹول کر محسوس کرتے۔ سحر برحق ہے۔ اور سحر سوائے آنکھوں کے اور اعضائے تناسل کے اور کسی چیز پر مسلط نہیں ہوتا۔ پس جبرئیلِ امین نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کو خبر دی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے علی مرتضےٰ علیہ السّلام کو بلا کر بھیجا کہ قبیلۂ زُوَیق کے کنوئیں سے اُسے نکال لاؤ۔ (ما بقی روایت اُوپر کے ضمیمہ میں بیان ہو چکی) عوام النّاس کی روایت بھی اسی کے قریب قریب ہے۔

کافی میں جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم نے نمازِ مغرب میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام کی اقتدا کی تو آں حضرت نے بعدِ حمد مُعَوِّذَتَین کی قرأت فرمائی۔ اور بعدِ نماز یہ ارشاد فرمایا کہ یہ دونو سورتیں داخلِ قرآنِ مجید ہیں۔

قولِ مترجم۔ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود صحابیٔ رسولِ خدا جو منجملہ اُن لوگوں کے ہیں جنہوں نے عہدِ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم میں قرآنِ مجید جمع کیا تھا اور آنحضرت سے وقتاً فوقتاً دریافت کر کر کے بہت کچھ تفسیری فوائد بھی اپنے اپنے قرآنِ مجید میں لکھے تھے۔ اور عہدِ خلیفۂ ثالث سیٹھ عثمان میں اپنا قرآن مجید اُن کے مانگنے پر نہ دینے کی بدولت بازار کے بھاؤ پٹے بھی تھے۔ اور وہ قرآنِ مجید بھی جبراً چھین کر جلا دیا گیا تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ مُعَوِّذَتَین داخلِ قرآنِ مجید نہیں ہیں۔ جنابِ امامِ جعفر صادق علیہ السّلام نے اُن کا یہ خیال رَدّ فرما دیا ہے۔ وَ السّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ وَ جنب الرّدیٰ +

عبدہ السیّد **مقبول احمد** عفی عنہ دہلوی

خادم الثقلین و مترجم القرآن